Presented to Moulvi Masud Ali Sahib. [illegible]

ضمیمہ اردو کلیاتِ نظمِ حالی

مشتملہ بر

نظم و نثر فارسی و عربی

جو ابتدائے سن تمیز سے ۱۳۳۲ھ تک مختلف اوقات میں

عالیجناب شمس العلما مولوی حافظ خواجہ الطاف حسین صاحب حالی

کے کلک جواہر سلک سے تراوش پاتی رہیں

اور اب فائدہ عام کے لیے

حسب فرمایش جناب حافظ محمد یعقوب صاحب مجددی پانی پتی

۱۳۳۲ھ

خاکسار حافظ عبد الستار بیگ نے اپنے

ہند برقی پریس واقع دہلی میں طبع کیا

قیمت فی جلد ۱۲؎

تعداد جلد ایک ہزار

فہرست مضامین ضمیمۂ اردو کلیاتِ نظمِ حالی

تمت

صحتنامہ ضمیمہ اردو کلیات نظم حالی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۵	سیقدر	کسیقدر	۸۳	۱۸	سدلے	صدائے	۱۲۶	۱۴	بالن دایا	بالڑوایا
۱۳	۱۲	یاماے	باراسے	۸۴	۶	صوبر بریں	صوبرِ جال بریں	۱۲۷	۲	صدق	صدوق
۱۶	نوٹ	سنجری	سنجرزی	〃	۱۳	کسانے کہ	کسانے راکہ	〃	〃	مصیب	مصیب
۱۹	۱۰	شبیہ	شبیہ	〃	۱۹	موانع	مواقع	〃	۵	قہقری	قہقراہے
۲۰	۱	وداع	وداع	۸۶	۸	اورازازلی	اورازاراول	〃	۸	مہابتہ	مہابتہ
۲۵	۴	انتی	اُفتی	〃	۱۱	آں راکارنیک	آں کارِ رانیک	〃	۱۶	تاثرہ	مآثرہ
۲۶	نوٹ	روف علیخاں	یوسف علیخاں	۸۸	۵	کراقرادیک	کہ اُقرادیک	۱۲۸	۲	سَینُمَنُ	سَبِنۡفَدُ
〃	〃	متم	متیم	۱۰۱	۵	لا یُغبِّرُ	لا یُعبَّر	〃	۵	کمثلی	کمثل
۳۰	۱	ازایں	ازیں	۱۰۶	۷	ورکوچہ	جز در کوچہ	〃	۱۰	قل رکشفت	قل کشفت
〃	۱۵	کوفت زیں	کوفت زی	۱۰۷	۳	وورشیوہ بیانی	وورشیوا بیانی	〃	〃	اغلفوہ	اغلفوہ
۳۴	۱۶	خلق در	خلق را	〃	۱۱	آمدہ وبہ کسب	آمدہ بہ کسب				
۳۶	۱۷	آں سراوج	آں سراوج	〃	۱۲	لطافت بکرا	لطافت بہرا				
۳۷	۷	سنتجاں	سنتجاں	۱۰۸	۱۸	ولنودبیشش	ولنودوشش				
〃	۱۳	لیست ایں	نیست ایں	۱۱۱	۹	عالیہ	علیہ				
〃	۱۵	بہرہ برو	بہرہ بُرد	۱۱۵	۹	من ہم	ومن ہم				
۴۰	۱	سہر رشتہ	سر رشتہ	۱۱۷	۲	ویدار بوصال	دیدار بوصال				
۴۲	نوٹ	راقم خود	راقم خود گیا تھا	〃	۱۱	رِعلّہٗ	رِعلّہٗ				
۴۶	۸	آہِ انزاں	آہ اناں	〃	〃	التیمُّم	التّمُّم				
۵۲	۱	مکشوو وبانہ بحثہ	نکشیدہ بانہ نکتہ	۱۲۱	۹	اَبَقِ	اُبُقٌ				
〃	۲	رکس بخبیدہ و	رکس بخبیدہ	〃	۱۰	رقیما بربحی	رفیما بوری				
۵۳	۴	استنباط	استنباط	۱۲۲	۱	اِرجُو	اُرجُو				
۵۵	نوٹ	۱۰۹۵ سنہ ہجری	۱۸۹۵ سنہ ء	〃	نوٹ	مرشیا	ہمرشیا				
۵۹	۱۹	مایہ صولت	سایۂ صولت	〃	۵	پس اس	پس اُس				
〃	〃	انداند	اندازند	۱۲۳	۴	من بتنات	من بیّنات				
۶۲	۱۹	مستنصر بالسد	مستنصر باللہ	〃	نوٹ	برائیاں	بڑائیاں				
۶۸	۱۵	خلفائے ثلاثہ	خلفائے ثلاثہ	۱۲۴	۴	صوالاتِ	موالاتُ				
۶۹	۱۳	کتاہت	کتابت	۱۲۵	۱۳	لِلعِزّ	لِلغِز				
۸۱	۲	اوداپس از	اوپس از	〃	۲۰	الجلانیب	الجلابیب				

ضمیمہ اُردو کلیات نظم حالی

مشتمل بر

نظم و نثر فارسی و عربی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تیرہویں صدی ہجری کے وسط تک ہندوستان کے مسلمان بالطبع فارسی زبان میں نظم و نثر لکھنے اور خط کتابت کرنیکے عادی تھے جس شخص کو ادب سے مناسبت ہوتی تھی۔ وہ اکثر فارسی زبان کی شاعری اور انشاپردازی میں طبع آزمائی کرتا تھا اسکا سبب کچھ تو اسلاف کے طریقے کی پیروی کا خیال تھا جو عموماً فارسی زبان میں تصنیف تالیف کرتے تھے۔ اور کچھ یہ وجہ تھی کہ اُردو جو اُنکی مادری زبان تھی زیادہ تر بول چال میں اور اسیقدر شعر و سخن میں محدود تھی۔ اور ہر شخص کا یہ کام نہ تھا کہ پہلے ہی پہل شارع عام کے خلاف ہر قسم کی تحریروں میں اُردو زبان کو استعمال کر سکے۔ بڑے بڑے ذی علم اور لائق اصحاب اردو زبان میں خط کتابت کرتے ہوئے ہچکچاتے تھے۔ چنانچہ اردو زبان کے قواعد[۱] تک فارسی ہی میں لکھے گئے۔ اور اردو کے شاعروں کا تذکرہ[۲] بھی فارسی ہی میں قلمبند کیا گیا۔

ایک اور وجہ اُردو زبان کا رواج نہ ہونے کی یہ تھی کہ اہل علم اور لائق اشخاص اردو میں تصنیف

---

[۱] جیسے میر انشاء اللہ خاں کی دریائے لطافت ۱۲ [۲] جیسے تذکرہ گلشن بیخار مرتبہ نواب مصطفےٰ خاں مرحوم ۱۲

تالیف یا خط کتابت کرنے کو اپنی کسر شان سمجھتے تھے۔ چنانچہ مذہبی اور علمی کتابیں اکثر عربی زبان میں اور کبھی کبھی فارسی میں لکھی جاتی تھیں۔ مگر رفتہ رفتہ زمانہ کے انقلاب سے وہ میلان کم ہونا شروع ہوا۔ اور آخر کار یہانتک نوبت پہنچ گئی کہ دونوں زبانوں میں تصنیف و تالیف کرنا یا نظم و نثر لکھنا موقوف ہی نہیں ہوا بلکہ بمقابلہ اردو زبان کے محض فضول سمجھا جانے لگا۔ عربی علم ادب تو بہت دن پہلے مُلک سے رخصت ہو چکا تھا۔ مگر غالب مرحوم اور اُنکے معاصرین کے بعد فارسی شاعری اور انشاپردازی کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

مذکورہ بالا انقلاب سے تقریباً سو سوا سو برس پہلے راقم کو فارسی نظم و نثر لکھنے کا خیال پیدا ہوا تھا لیکن ایک عرصہ تک وہ خیال میلان طبع کی حد سے آگے نہیں بڑھا۔ حُسن اتفاق سے ۱۸۶۳ء میں میرا تعلق جناب غفران مآب نواب محمد مصطفےٰ خاں مرحوم و مغفور رئیس دہلی و تعلقہ دار جہانگیر آباد ضلع بلند شہر کی سرکار میں جو کہ فارسی میں حسرتی اور اردو میں شیفتہ تخلص کرتے تھے۔ ہو گیا۔ اور اس تعلق کی وجہ سے تقریباً آٹھ نو برس اُنکی خدمت میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ چونکہ جناب ممدوح کا قیام ۱۸۵۷ء کے بعد سے زیادہ تر جہانگیر آباد میں رہنے لگا تھا۔ جہاں مخاطب صحیح کمیاب تھا۔ اسلیئے وہ فکر شعر کیطرف بہت کم متوجہ ہوتے تھے۔ لیکن جب راقم وہاں رہنے لگا تو رفتہ رفتہ جناب ممدوح کا شوق از سر نو تازہ ہو گیا۔ اگرچہ اُس وقت تک مجکو فارسی یا اُردو میں فکر شعر کرنے کا بہت ہی کم اتفاق ہوا تھا۔ مگر جناب ممدوح کو اِدھر متوجہ دیکھکر میرے دلمیں بھی تحریک پیدا ہوئی۔

فارسی یا اُردو کی جس زمین میں وہ غزل لکھتے مجھے بھی اپنے ساتھ شریک فرماتے۔ انہیں دنوں میں تنہائی اور قلتِ مشاغل کے سبب عربی ادب کی ہوس بھی دلمیں چٹکیاں لینے لگی۔ اگرچہ علم ادب کسی اُستاد سے باقاعدہ پڑھنے کا کبھی اتفاق نہوا تھا۔ اور نہ کسی ادیب سے اصلاح لینے کا موقع ملا تھا۔ مگر چونکہ لٹریچر سے فی الجملہ مناسبت تھی۔ کبھی کبھی ڈکشنریوں کی مدد سے ادب کی آسان کتابیں

دیکھنے لگا۔ شدہ شدہ یہانتک نوبت پہنچی کہ عربی نظم ونثر پر خودرومیتا یوں کیطرح ہاتھ ڈالنے کی جرأت ہوئی۔ غرضکہ فارسی اور اُردو کے ساتھ عربی نظم ونثر میں بھی جبتک خامہ فرسائی کرتا رہا آخروہ زمانہ آپہنچا کہ فارسی اور عربی کے مخاطب صحیح تمام مُلک میں نایاب ہوگئے۔ اور دونوں زبانیں ہندوستان کی مُردہ زبانوں میں شامل ہونے کے قابل ہوگئیں۔

یہ تو ظاہر ہی کہ مادری زبان کے سوا دوسری زبان میں جو نظم یا نثر لکھی جاتی ہو گو کہ وہ کیسی ہی بے عیب ہو اہل زبان کی نظر میں اُسکی کچھ وقعت نہیں ہوتی۔ الاماشاءاللہ۔ ہاں یہ ممکن ہو کہ اہلِ وطن کے نزدیک قبولیت کا درجہ حاصل کرلے لیکن جب اہلِ وطن کسی ملکی انقلاب کے سبب اُس غیر زبان سے بیگانہ محض ہوجائیں۔ اور اُسکی جگہ ملک میں دوسری زبان قائم ہوجائے تو رفتہ رفتہ اُسکی شاعری اور انشاپردازی کا چراغ ہمیشہ کے لیئے گل ہوجاتا ہی۔

یہی حال آجکل ہندوستان میں فارسی اور عربی لٹریچر کا ہی۔ دونوں زبانوں کی نظم ونثر کے مسودے جو کبھی کبھی کے لکھے ہوئے پڑے تھے۔ اُنکی نسبت متردد تھا کہ انکو کیا کیا جائے قوم میں کوئی ایسی محفوظ لائبریری نظر نہ آتی تھی جہاں افراد قوم کے ورکس اچھے یا بُرے احتیاط کے ساتھ رکھے جائیں۔ پھر اہل وطن کا ان دونوں زبانوں سے عموماً ناآشنا ہونا اپنے اِس قدیم شعر کا مضمون یاد دلاتا تھا۔

سخن پر ہمیں اپنے رونا پڑے گا　　　یہ دفتر کسیدن ڈبونا پڑے گا

لیکن مذکورہ بالا مسودات کچھ تو اس وجہ سے کہ بڑی کاوش سے لکھے گئے تھے اور زیادہ تر اِس خیال سے کہ قومی خصوصیات کی یادگار تھے۔ انکو رایگاں کھونا گوارا نہوا۔ چنانچہ تمام پرچے جس قدر بہم پہنچ سکے اِدھر اُدھر سے فراہم کیئے گئے۔ اور ذیل کی ترتیب کے ساتھ اس مجموعے میں جو کلیاتِ نظم اُردو کے آخر میں بطور ضمیمہ کے ملحق کیا جائے گا۔ داخل کردیئے گئے یعنی اول نظم فارسی۔ اُسکے بعد نثر فارسی

پھر نظم عربی ۔ اُسکے بعد نثر عربی ❖

یہ ضمیمہ اگرچہ کم و بیش فارسی اور عربی دونوں زبانوں کی نظم و نثر پر مشتمل ہی ۔ مگر عربی کلام اسقدر قلیل ہی کہ اُسکا عدم او رو جود برابر ہی ۔ حق یہ ہی کہ اگر اُسمیں ایک قصیدہ حضرت مولانا و مقتدانا شاہ عبد الغنی النقشبندی المجددی قدس سرہٗ کی شان میں نہوتا ۔ جو تقریبًا ۱۲۸۳؁ ہجری میں مدینہ منورہ بھیجا گیا تھا ۔ اور جسکی نسبت جناب ممدوح نے بعض اُدبائے مدینہ کی پسندیدگی کا اظہار فرمایا تھا ۔ تو راقم کو ہرگز یہ جرأت نہوتی کہ اپنا عربی کلام اس ضمیمہ میں داخل کرنے کی مبادرت کرتا ۔

از مقام
پانی پت

حالیؔ

غزلیات

یہ غزلیں اُسی زمانے کی ہیں جبکہ خیالات میں کسی قسم کا انقلاب پیدا نہیں ہوا تھا۔ جس قسم کے مضامین غزلوں میں اوپر سے بندھتے چلے آتے تھے۔ اُسی روش پر چند غزلیں لکھی گئی تھیں۔ جنکو معدودے چند کے سوا میں اپنے موجودہ خیالات کے موافق پبلک میں پیش کرنیکے لائق نہیں سمجھتا تھا لیکن بعض احباب کے اصرار سے اُنکو اس مجموعہ میں شامل کرنے پر مجبور ہوا۔

اے تکیہ بعفو تو خطا را — وے ناز بخوف تو رجا را

حاجت کند از طرب فراموش — خوانی چو بسوے خود گدا را

جا در دلِ خویش ہم نیابد — رانی ز درت چو پادشا را

علت تو بری و باز بندی — بر صنعتِ دیگراں شفا را

تاثیر زتست مصلحت را — بد نام نمودہ دوا را

بازار صبا نمودہ گرم — برہم زدہ طرۂ دوتا را

با مشعلۂ ہزار اُمید — پوشیدہ سُراغ مدعا را

در روشنیٔ ہزار خورشید — گم ساختہ چشمۂ بقا را

برقے ز اُفق بروں جہاندہ | برپا زدہ در رہش گیا را
زہرے بگلوئے جاں فشاندہ | لب تشنۂ خویشش کردہ مارا
در بُردنِ صبر دادہ دستے ق | اندازِ بُتانِ دلربا را
از غیرگسستہ اندک اندک | دلہائے بالفت آشنا را
ہر یک ز قیاس و علم و ادراک ق | از نورِ تو شد حجاب مارا
ایں پردہ کہ مُتّہم بکشف ست | بردار ز روئے عالم آرا
از آئینہ ام بجز مثالت | ہم زنگ زدا و ہم جلا را
زخمے ز تو بے نمک نخواہم | ہم درد فرست و ہم دوا را
رازِ تو بلب نمی پسندم | ہم ساز بسوز و ہم نوا را
از سختیٔ دہر رو نتابم | دانم کرمِ ستم نما را
از شعلۂ دل بجاں خبر کن | مُہمل مگذار کیمیا را
زشتیم ز فرق تا قدم زشت | مارا و چشمِ ما تیا را
کردیم گناہ و فاش گفتیم | بپذیر گناہ بے ریا را
حرفِ طلبت بلب نہ زیبد | اندا ختیم از میاں دعا را
تا بر کرمِ تو تکیہ دارم | در راہ فگندہ ام عصا را
حالی! چہ زنی تو دم ز توحید | چوں نا بلدی رہِ خدا را
جائے کہ بعجز اعتراف است | خیلِ عُرفا و انبیا را
آنجا چہ مجال نطق باشد | ہر یافہ سرائے ژاژ خارا
اینجا جز خامشی نہ زیبد | نا محرمِ سرّ کبریا را

از بامِ بلند بہ کہ داری معذور کمندِ نارسا را

چوں نہد گوش بر ترانۂ ما رود از یادِ ما فسانۂ ما

دردمندیست وا ز ترانۂ ما حذر از گرمیِ زبانۂ ما

درد دلہا شنیدہ بسیار اندکے گوش کن ترانۂ ما

بایدت قدرِ خویشتن دانست پائے بیروں منہ ز خانۂ ما

در سرابِ آبِ خضر میجوئی اے وفا جستہ در زمانۂ ما

گوہرے کز دو کون بیرون است میتواں یافت در خزانۂ ما

زیرِ لب ناکشودہ طوماریست کاش کس پرسی ز ما فسانۂ ما

برق کز طور داشت دریغ سر بر آورد از آشیانۂ ما

قدرِ حالی ز قوم کس نشناخت عاقبت رفت از میانۂ ما

خاکساری از جہانے دیگر است ایں زمیں را[۱] آسمانے دیگر است

شیخ! معبودت نہ معبودِ من است سجدہ ام بر آستانے دیگر است

با ہزاراں رنگ باید ساختن یار را ہر لحظہ شانے دیگر است

اہلِ دیں معذور دارندم کہ من آنچہ گویم از زبانے دیگر است

ہم تغافل ہم تطاول دیدہ ام عشق مردِ امتحانے دیگر است

دل کہ بود از چشمِ سوزنے تنگ تر چوں نظر کردم جہانے دیگر است

---

[۱] یہ مصرعہ نادانستہ نشاط کے مصرع سے لڑ گیا ہے۔ ۱۲

برنتابد دل مدارائے کسے | در سرائیں مہمانے دیگر است
بردہ طیبِ سنبلِ زلفش زیاد | ایں نسیم از بوستانے دیگر است
منتہائے راہِ عشق افتادگی ست | منزلِ یارانش لانے دیگر است
قیس و وامق مرد راہِ من نیند | اندریں رہ کاروانے دیگر است
من ز رویش حسنِ معنی دیدہ ام | آنچہ دل بردست آنے دیگر است
کار حالی نیست کارِ احمد است[1] | درسِ عشقت را بیانے دیگر است

یار با تست گرت جذبۂ گیرائے ہست | یوسف آخر رود آنجا کہ زلیخائے ہست
مے پسندی کہ ز بزم تو خجل برخیزم | بہ سخن گر نتواں آمدن ایمائے ہست
گو ملامت گر ما دل بنکوہش مخراش | یوسفے ہست گرت تابِ تماشائے ہست
گر خوشیم ہیچ بکامم و جہاں ہیچ ایم | در دلِ ماست بہر دل کہ تمنائے ہست
چوں منِ غمزدہ ناکام ہمے باید زیست | ہر کرا در شبِ راحت غمِ فردائے ہست
جائے نہ بر درِ خود ور تو برانی از پیش | نتواں یافت کہ در کون و مکاں جائے ہست
رنجش با خوشی و لطف و مدارات یکیست | خستہ را کہ چو من کار بخود رائے ہست
ہر چند باش گر او را بہ سخن مے آری | حالیِ تفتہ دروں را دمِ گیرائے ہست

غمش تا جاں بود با جاں ضرور است | وگر خود جاں نباشد آں ضرور است

[1] ایں مصرع از حضرت احمد جام است قدس سرہٗ کہ در مطلعِ غزل خود میفرمایند۔

درسِ عشقت را بیانے دیگر است | مرد ایں رہ را نشانے دیگر است

ز تکلیف تو دانستم که در عشق — نباشد آنچه در امکاں ضرورست
چو بستم خواجه نافرماں نوازست — سرم پیچیدن از فرماں ضرورست
بطبعم سازگار افتاد دردش — مرا پرہیز از درماں ضرورست
ز ہاشوق و دستے داد بینوائی — گذشتن از سر و ساماں ضرورست
کشد چوں تیغ بہرِ جاں فشانی — سپاسے درخورِ احساں ضرورست
کمندِ جذبۂ دل دلگین است — خلاصِ یوسف از زنداں ضرورست
بقربانش دہم سر تا بداند — که پاسِ خاطرِ یاراں ضرورست
چه حرفست از زباں میگفت حالی — قبولِ عشق را حرماں ضرورست

من و از مے دوستے پیمانه و یار و لبِ کشت — نه ز دوزخ بدلم بیم و نه پروائے بہشت
ترسم ایں حسنِ قبولت برد از راهِ صفا — خواجه وقتست که از کعبه روی سوئے کنشت
پرده گر برفتد از نقش خسرونت بینی — ہمه پاکیزه نہاد و ہمه پاکیزه سرشت
گر بگیرد ہمه عیب است چه عیب و چه ہنر — ور بذیرد ہمه زیباست چه زیبا و چه زشت
عمرہا از تو بناکام ہمی باید زیست — وائے آنکس که ز کف داد ایں امید نہشت
ترسم از کعبه بری حسرت دیدار بخویش — اے تو وامانده به نظارۂ سنگ و گل و خشت
ہر قسم را نبود حسنِ قبولِ ازلی — ورنه حافظ چه نوشتست که حالی ننوشت

صید عنقاست پریدیم عبث — راه دورست دویدیم عبث
بود زہرے به شکر آلوده — لذتِ وصل چشیدیم عبث

جذبہ آمد و بر منزل برد | راہ یکچند بریدیم عبث
گوش و لب محرمِ راز نداشت | ہر چہ گفتند شنیدیم عبث
بود در ظرفِ مغاں آبِ بقا | منّتِ خضر کشیدیم عبث
دل ہماں بتکدہ پنداراست | جائے در کعبہ گزیدیم عبث
جذبِ دل داشت زمامش ورنہ | از پئے ناقہ دویدیم عبث
عشق از خویش بریدن میخواست | حالی از خلق بریدیم عبث

روزِ محشر کہ ز ہر شیخ و برہمن پرسند | سر ہم قصۂ شوق تو چو از من پرسند
دل ربایند و بما صبر و شکیب آموزند | جاں ستانند و ز ما باعثِ شیون پرسند
بگذر از وسوسۂ عقل کہ اربابِ طلب | راہ از غولِ رہ و چارہ ز رہزن پرسند
پارۂ بے خبری نطق مرا در کار است | مے بیارند و ز من نکتۂ ہر فن پرسند
روئے از فرع بہ اصل آر کہ اربابِ طلب | گل ببینند و سراغِ رہِ گلشن پرسند
بندہ را نیست مجالِ سخن آنجا حالی | ورنہ افسانہ دراز است گر از من پرسند

بیا کہ جان و دل از غم کرانہ میخواہند | ز رشکِ خار بچشمِ زمانہ میخواہند
ز جور ہائے تو در سینہ نیست گرد ملال | بصلح با تو سخن در میانہ میخواہند
خوش است آشتی اما پس از شکایتہا | کہ دوستاں گلۂ دوستانہ میخواہند
ادب ز حرفِ طلب بستہ است کام و زباں | وگرنہ از تو حریفاں چہا نہ میخواہند
بہ گلشنے کہ منم طائرانِ آزاد اند | بروں ز کون و مکاں آشیانہ میخواہند

شدیم شهرهٔ عالم بعشق و بیدرداں — هنوز از غمِ پنهاں نشانه میخواهند
تن فتاده دراں رهگذار مے طلبند — سر بریده برآں آستانه میخواهند
رسید نرم به پایان و گوشها باز است — نشیدِ حالی جادو ترانه میخواهند

بے سبب رنجی و گوئی گله زیبا نبود — طاقتِ جورِ تو در حوصلهٔ ما نبود
سعی اگر نیست بجا ذوقِ طلب هیچ کم است — رهرو آں به که ز رفتار شکیبا نبود
مردِ صبریم و رضا لیک بهنگام وداع — بازوئے همتِ ما نیز توانا نبود
لطفِ طاعت چه بود نیست اگر ذوقِ نظر — نه پرستم صنمے را که خود آرا نبود
مے درد رشکِ عدو پردهٔ طاقت نه — غمِ عشقِ تو چنیں حوصله فرسا نبود
مجلسِ وعظ ملامت گه و ما غمزدگاں — کم نشینیم به بزمے که مدارا نبود
همه غیر میا گر بجهانم گذری — جز تو در سینه ام از تنگیِ دل جا نبود
قدرِ استادنِ من بر درِ خود سنج که من — باز گردم در فردوس اگر وا نبود
فتنهٔ حشر بپا گشته و حالی بگماں — کایں هم از شعبدهٔ آں قدِ رعنا نبود

برقع برخ افگنده و هر سو نگرانند — فریاد که ایں پردگیاں پرده درانند
از زلف و رخ آشوبِ دلِ بوالهوسانند — و ز ناز و ادا فتنهٔ صاحب نظرانند
جاں داروے عشاق و بکامِ دلِ اغیار — عمرِ ابد ما و نصیبِ دگرانند
صد حرف غلط گفته بخاطر نشانند — صد تیرِ خطا کرده ز دل درگذرانند
سازند و بسوزند و گرایند و ربایند — زنهار ازیں قوم که پر فتنه گرانند

از چشم جہاں بیں چہ زیاں اہلِ نظر را — ہر سو کہ ببینند بسوئے نگرانند
آشفتگی از نغمۂ مستاں نہ ز بیہشی است — مستند و توان گفت کہ آشفتہ سرانند
عیبِ نظر آنست کہ رویش نتواں دید — پیداست کہ ایں مدعیاں بے بصرانند
امید کہ از راز خبر داشتہ باشند — دیوانہ دلانے کہ ز خود بے خبرانند
حالی تو بہر حرف و صد نکتہ نہفتست — سنجیدہ دریں بزم اگر نکتہ ورانند

عالم ہمہ دربند تمنائے تو باشد — گر صوفی و گر رند کہ شیدائے تو باشد
آتش زن صد خرمن و ویراں کن صد کشت — ہر فتنہ کہ در نرگسِ شہلائے تو باشد
آں سادہ کہ در عہد تو خرسند بہ ہیچ است — دل باختۂ لطف مدارائے تو باشد
خرسند نمے سازی و غمگیں نپسندی — ناکام کسے کش سر سودائے تو باشد
نومید مکن ورنہ محال است کہ کس را — یارائے ستم حوصلہ فرسائے تو باشد
یارائے صواب است چہ گیرم رائے جہاں را — ہمہ رائے جہاں گر پئے رائے تو باشد
تاب و تبِ صد شعلہ و بیتابی صد برق — پنہاں بود آں دل کہ تمنائے تو باشد
بر مرگ نہم دل کہ علاج دل بیمار — شہد است کہ از لعل دل آسائے تو باشد
آنکس کہ بلرزد تنش از مژدۂ دیدار — دانم کہ گر ہمہ تماشائے تو باشد
با حالیِ بیچارہ تواں ساخت کہ مسکیں — ہم بندہ و ہم عاشق شیدائے تو باشد

ہر دم از عشق خدنگے بہ نشاں مے آید — اندک اندک دلم از غصہ بجاں مے آید
جاں گدازند بلطف و بغضب شاد کنند — ہر چہ خواہید ازیں عشوہ گراں مے آید

بعد ازیں راز بصد پردہ نہاں نتواں داشت
عشق مے آید و با طبل و نشاں مے آید

در بہاراں بہ تماشائے گل ازجا نروی
تا نفس راست کنی فصل خزاں مے آید

سوئے من آمدہ مشتاق و نظر زیر نگہش
مے تراود کہ ببوئے دگراں مے آید

دوش چیزے ز سخن ہائے محبت نگذشت
بجز آں حرف کہ از دل بزباں مے آید

عجبے از خود کنم و سوئے فلک مے بینم
چوں خدنگ تو بسویم ز کماں مے آید

چوں نہ محرم اسرار نہاں در دل ماست
بر زباں ہرچہ ز اسرار نہاں مے آید

یار چوں نیست موافق چہ دماغ و چہ وصال
مے رود ناخوش و ناخوشتر ازاں مے آید

حالی زار گرفتم کہ وفادار کسے است
زود بینی کہ ز دست تو بجاں مے آید

شوقے بدوست راہنما داشتم چہ شد
دردے بہ از ہزار دوا داشتم چہ شد

عمریست دل بہ بند پیام وصال نیست
چشمے بہ رہگذار صبا داشتم چہ شد

در دست جام بادہ و در دل ہوائے دوست
وقتے چو اہلِ دل بصفا داشتم چہ شد

افتادہ زیر سایۂ دیوار حسرتم
بر فرقِ خویش ظلِّ ہما داشتم چہ شد

سود و زیانِ خویش نہ بردے ہراز جا
پنہاں بہ او معاملہا داشتم چہ شد

یادم کنوں نماندہ کہ پیماں چہ بودہ است
در سینہ خار خارِ وفا داشتم چہ شد

کارم ز سعیِ خضر بجائے نمے رسد
در ظرفِ خویش آب بقا داشتم چہ شد

آوارگی بہ برد ہوائے وطن زیاد
زیں پیش روئے خود بقفا داشتم چہ شد

حالی خوش آنکہ بود ہمہ تکیہ بر وفا
ذوقے بدل ز جور و جفا داشتم چہ شد

لب بہرہ ز رازِ ما ندارد ۔۔۔ خود زمزمہ سازِ ما ندارد

ہر جا صنمے ست بعبدِ ما ست ۔۔۔ یک قبلہ نمازِ ما ندارد

بر نالۂ ما دلش نہ سوزد ۔۔۔ آنکس کہ گدازِ ما ندارد

آں گوش کہ پُر ز حرف و صوت ست ۔۔۔ گنجائی رازِ ما ندارد

کارم بہ کسے فتادہ کز ناز ۔۔۔ پروائے نیازِ ما ندارد

گر ہر دو جہاں فراہم آرند ۔۔۔ اندازۂ آزِ ما ندارد

حالی گلۂ جفائے دوراں ۔۔۔ صوتے ست کہ سازِ ما ندارد

دلے خواہم کہ چوں پروانہ سوزد ۔۔۔ فتد در آتش و مردانہ سوزد

زید آوارہ و میرد بنا کام ۔۔۔ دل از رشکم بر آں دیوانہ سوزد

تبہ کردست جورِ آشنایم ۔۔۔ بحالِ من دلِ بیگانہ سوزد

بکنجِ خانہ شمعے مے فروزم ۔۔۔ کہ چوں در گیرد اوّل خانہ سوزد

دلے را کش بدوزخ سوخت نتواں ۔۔۔ فروغے از رخِ جانانہ سوزد

فروغ از من کسے جز من نگیرد ۔۔۔ من آں شمعم کہ در ویرانہ سوزد

گر از من بشنوی روداد حالی ۔۔۔ بہ چشمت خواب زیں افسانہ سوزد

غزل ناتمام

در گلستاں بلبل و در انجمن پروانہ ام ۔۔۔ من بہر جا محوِ نیرنگِ رخِ جانانہ ام

محرمیت نیست دل را با ہزاراں قربت و دوست ۔۔۔ یار گرمِ آشنائی ہا و من بیگانہ ام

خضرِ راہِ منزلِ مقصود جز توفیق نیست ۔۔۔ زاین و آں پرسم نشانِ او و گر دیوانہ ام

عشق اگر کیش ست ملت ما کہن خواہد شدن سبزۂ ہر گوشہ از دار و رسن خواہد شدن

گر عنانِ بادِ مصر اندر کفِ جذبِ دل است رنگ یوسف جملہ بوئے پیرہن خواہد شدن

عمرہا شد تشنۂ آبِ دمِ شمشیر تست تیغ برکش ورنہ جاں بیروں زتن خواہد شدن

سیدہد گل ہر کجا پائے نگاریں مے نہی جادہ چوں از سیر باز آئی چمن خواہد شدن

شکوہ گر بر لب نیاید عاقبت کیں مے شود زخم را درماں نباشد چوں کہن خواہد شدن

صید تا افگندہ محوِ دست و بازوئے خود است ایں جواں روزے شکارِ خویشتن خواہد شدن

زینکہ شد ہمخوابہ خسرو نیرزد نیم جو گرمیِ بازارِ شیریں کوہکن خواہد شدن

در غریبی طرح الفت افگنم با ہر کسے در دلِ گبر و مسلمانم وطن خواہد شدن

یار در کوچست من خاموش و جاں بیتاب گر جذب در دل نیست کار از دستِ من خواہد شدن

دوست پر تمکین و حالی از ادب بسیار دور دیر با او ہمنشین و ہم سخن خواہد شدن

غزل ناتمام

بے نورِ صفائے دل پنہاں شدہ ہر پیدا اے شب تو بہ پایاں رس اے مہر درخشاں شو

گر پائے ہمت ہست دستے بگریباں زن ور پائے ارادت ہست لختے بہ بیاباں شو

تنہائی و رنجوری و انگہ غمِ مہجوری اے مشکلِ من بکشا اے مردنم آساں شو

شوخے ست کہ نگذارد بر ملتِ خود کس را اے شیخ ز دیں برگرد اے گبر مسلماں شو

ساقی بہ فتوح بخشی گو توبۂ ما بشکن مطرب بنوا سنجی گو رہزنِ ایماں شو

ہم بادہ و با دم خور ہم بوسہ بیاپے دہ بے پردہ ترا از گل آئے چوں بوئے گل افشاں شو

اے بر تو نقاب از تست خود جلوہ حجاب از تست از خود بگذر اپیوند وز خویش برآں شو

حالی بسخن خواهی رفتن ز پی غالب   دولت بغلط نبود از سعی پشیمان شو

نگردد از تو هرگز سیری چشم تماشائی   اگر بر دیده بنشینی وگر در دل فرود آئی

نگنجد با تو این هنگامه‌ها در شان یکتائی   تو چندین عالمی با خویشتن ای عشق تنهائی

ترا شایان بود خوبی که بی مهری و محبوبی   ترا زیبد دل آرائی که با خوئی و زیبائی

تو چشم و گوش بگشائی و شد سیر تو ارزانی   بگلشن چهره آرائی به بلبل نغمه پیرائی

نه در بزم مغان راهت نه در کوی گذرگاهت   تو از بند مستوری چه دانی ذوق رسوائی

سر راه خدا داری نه دل سوی قفا داری   تو زانسان می‌پری از ره که پندارند سودائی

گواه بیگناهی‌هاست خودداری جهانے را[1]   تو دست خود بخون حالی مسکین نیالائی

تخمیس غزل نعتیه جناب مرزا غالب مرحوم که در حیات ایشان نوشته شده بود

اعجاز از خواص لسان محمد است   عین الحیٰوة گم به دهان محمد است

گر نور و گر نه‌ای که از آن محمد است   حق جلوه گر ز طرز بیان محمد است

آرے کلام حق بزبان محمد است

ای خامه وصف قامت معشوق کم نگار   اے دل سخن ز راست قدان در میان میار

قمری ز ذکر سرو نفس را نگاهدار   واعظ حدیث سایهٔ طوبی فرو گذار

کاینجا سخن ز سرو روان محمد است

شاهد بقتل عاشق و عاشق بخال و خد   مجنوں بپاے لیلی و لیلی بفرق خود

[1] یہ مصرعہ حضرت میر حسن سنجری رح کی غزل سے لیا گیا ہے جسکا پہلا مصرعہ یہ ہے ع تو نور العینی ای مہ رو تو جانِ جانی ای جاناں

سوگند بآلِ احمد و آلش برنج چند — ہر کس قسم بدانچہ عزیز است میخورد
سوگند کردگار بجانِ محمد است

آنجا کہ از مناقبِ عترت سخن رود — وزآں فراز صحابہ و امت سخن رود
واں کانہمہ ز ختمِ رسالت سخن رود — ور خود ز نقشِ مہرِ نبوت سخن رود
آں نیز نامور ز نشانِ محمد است

حکمش بمہر و ماہ روان ہست چوں قضا — دیدی کہ بازگشتنِ خورشید بر قفا
بودہ است بر اشارۂ ابروئے مصطفےٰ — بنگر و نیمہ گشتنِ ماہِ تمام را
کاں نیمہ جنبشے ز بنانِ محمد است

دانی ز پیشِ چشمِ تو برخیزد ار حجاب — کز نورِ شمع پردۂ فانوس راست تاب
باشد ظہورِ روشنیِ عارض از نقاب — آئینہ دارِ پرتوِ مہر است ماہتاب
شانِ حق آشکار ز شانِ محمد است

بینی اگر بدیدۂ دراک وارسی — گوئی اگر بعالمِ ادراک وارسی
سنجی اگر بمرتبہ خاک وارسی — دانی اگر بمعنیِ لولاک وارسی
خود ہرچہ از حق است از آنِ محمد است

لطفِ خداست گر بسرِ کس نہاد دست — قہرِ خداست چوں سرِ کین بحملہ جست
واں کسے کہ شد ز مے قادمیت مست — تیرِ قضا ہر آئینہ در ترکشِ حق است
اما گشادِ آں ز کمانِ محمد است

ہمت بمدحِ شہ من حالی گماشتیم — گفتیم و از نگاشتنی ہا نگاشتیم
چوں کام و لب فراخورِ وصفش نداشتیم — غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم

کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

رباعیات

توحید

دل دادۂ شوقت چہ ولی تو چہ نبی — سودا زدہ است ہم عجمی ہم عربی
دل از تو تسلی نتوان کرد بہ ہیچ — اے خوشتر از آب سرد در تشنہ لبی

ایضاً

یارب کرمے کہ شرمسار آمدہ ایم — سرمایۂ ناکسی بہ بار آمدہ ایم
شایستۂ دوزخیم و جویائے بہشت — در باب کرم امیدوار آمدہ ایم

اخلاق

سر بر سر راہ خاک پائے ہمہ باش — دلہا غرض و رضائے ہمہ باش
با خلق بیامیختن از تباہی نیست — ترک ہمہ گیر و آشنائے ہمہ باش

دیگر

سر نہ بدرے و خاک پائے ہمہ باش — دل دہ بہ یکے و دلربائے ہمہ باش
خواہی شوی آشنائے یگانہ تمام — بیگانہ آشنا نمائے ہمہ باش

دیگر

اے آنکہ ز حلۂ صداقت عوری — بنشین بریا بنشین مجبوری
کس از دلِ دشمنانِ خود دور مباد — چندانکہ تو از خاطر یاراں دوری

دیگر

اے ہیچ بہ ہیچ خود نمائی تا چند — خود بینی و خویشتن ستائی تا چند

چوں می‌دانی کہ جز کفِ خاک نۂ — پس ایں ہمہ دعویِ خدائی تا چند

دیگر

از شعر و سخن گوششِ جہاں گر بادا — ویں مشغلۂ بیہدہ کمتر بادا

بد ہر کہ دعاے بد کنم مے گویم — یا رب کہ گراں مایہ سخنور بادا

دیگر

چندے بہواے گلعذاراں بگذشت — لختے در بندِ روزگاراں بگذشت

بر نامدہ کامِ دل شباب آخر شد — نشگفتہ گلے و نو بہاراں بگذشت

عزا

عباسؑ علی و اکبرؑ آں غیرتِ ماہ — بودند شبیہ احمدؐ و شیرِ الٰہ

در نوحۂ ایں ہر دو جواں بر لبِ شاہ — گہ وا ابتاہ بود گہ وا جداہ

در شکریہ مہمان نوازی قاضی محمد خلیل صاحب بیلوی کہ در زمانہ قحط در بیلی گفتہ شد

ہر چند ز تیغِ قحط خلقے ست قتیل — وز بسکہ فلک بہ خاکیاں گشتہ بخیل

اما چہ غم از قحط کسے را کہ مدام — الوانِ نعم مے رسد از خوانِ خلیل

در شکر لطف و عنایت سید کرامت علی مرحوم صفا تخلص ہنگامِ وداع از پٹیالہ

حالی نشود محو ز لوحِ دلِ ما — لطفیکہ دمِ وداع فرمود صفا
گر قدرِ مسافراں بہ غربت این است — صد رہ بسفر میروم و صد رہ باز آ

در تاویلِ جراحت مولانا شبلی مدظلہ

شبلی کہ گزندِ پاش پردل شکن است — با خستگیش خجستگی مقترن است
چندانکہ بکاہند فزایند اینجا — کار استن چمن ز پیراستن است

در تاسف بر وفات یکے از فرزندان مہاراجہ کشن پرشاد بہادر مدار المہام سرکار عالی متخلص بہ شاد

چرخ از پسِ داغ بر دلش داغ نہاد — او جز بہ سپاس ایزدی لب نکشاد
الحق کہ ہمیشہ شاد و خنداں بودن — زیں گونہ ندیدیم جز از حضرت شاد

رباعیات در شکریہ شیرینی مرسلہ مولوی عبد العلی خاں والہ پروفیسر نظام کالج در حیدر آباد

ہیچم اخلاص و دوستداری آئیں — من بندۂ دوستانِ اخلاص گزیں
شیرینیکے کہ یار شیریں بخشد — بروے بتواں فشاند جانِ شیریں

دیگر

والہ کہ بموقع فرستاد شکر — از شہر وطن کرد دلِ حالی سر
ہر سیرتِ نیک را تواں یافت بدیل — جز سیرتِ والہ کہ مرا والہ کرد

دیگر

بُرد از دلِ من صبر و دل از پہلوئے من — افسونِ وفا و کرمِ اہلِ دکن

زینساں دل و صبر اگر بغارت ببرند — مشکل کہ رسیم ما غریباں بوطن

در شانِ نواب ضیاء الدین احمد خاں مرحوم دہلوی متخلص بہ نیّر در فارسی و رخشاں در اردو

عمریست کہ دہلی جسدِ بیجان است — وز قحطِ رجال سر بسر ویران است

باحسد شکر کوکبِ متخلفش — روشن ز فروغِ نیّرِ رخشان است

خطاب بحضرتِ ممتاز مرحوم[1]

اے مدحِ تو ضحکۂ جہاں کرد مرا — لطفِ تو خجل از این و آں کرد مرا

حسنِ ظنِ تو کہ کردی اندر حقِ من — زابنائے زمانہ بدگماں کرد مرا

ایضاً

ممتاز آں آشنائے بیگانہ نما — کز ہر سخنش ہمی چکد صدق و صفا

نادیدہ بجاں شوقِ لقایش دارم — گر دست دہد بجاں برمش رونما

ایضاً

اے پارسی و ریختہ ات ذوق انگیز — وے نظمِ تو چوں نثرِ ہمہ الفت خیز

در پردۂ سخن گفتی و رخ ننمودی — بازارِ خود و آتشِ ما کردی تیز

---

[1] قاضی ممتاز حسین صاحب مرحوم متخلص بہ ممتاز وکیل و رئیس پیلی بھیت تھے اور نہایت کہنہ مشق فارسی نظم و نثر کے نامور استاد تھے انہوں نے قدردانی کی راہ سے چند رباعیاں میری نسبت تحریر فرما کر بھیجی تھیں ان کے جواب میں تین رباعیاں میں نے بھی لکھی تھیں ۱۲ حالی

قصائد و قطعات وغیرہ

قصیدہ۔ در مدح جناب غفران مآب حاجی الحرمین الشریفین نواب محمد کلب علیخاں مرحوم رئیس مصطفےٰ آباد۔ رام پور

اِس قصیدے کی تمہید اُس وقت لکھی گئی تھی جب کہ شاعرانہ خیالات میں پہلے ہی سے انقلاب پیدا ہوا تھا۔ اور مبالغہ سے نفرت ہونے لگی تھی۔ اُنہیں دنوں میں پہلا دربار قیصری منعقد ہونے والا تھا جو ۱۸۷۷ء میں بمقام دہلی وقوع میں آیا۔ جی میں آیا کہ اِس تمہید کے بعد کسی ایسے قصیدے کی بنیاد ڈالی جائے جس میں بقدر امکان مبالغہ سے احتراز کیا جائے۔ چونکہ حضور نواب صاحب ممدوح سے فی الجملہ تعارف تھا۔ اور اُنہوں نے سرسید کی امداد میں سب سے پہلے سبقت کی تھی۔ اور دربار میں اُنکے شریک ہونے کی قوی اُمید تھی اسلئے اُنہیں کو اِس قصیدے کا ممدوح قرار دیا گیا۔ اگرچہ وہ علالت کی وجہ سے شریک دربار نہ ہوسکے۔ اور قصیدہ اُن کی خدمت میں بوجوہ لخواہ پیش نہ ہوسکا۔

سحرگہ پردہ بگرفتند چوں از زشت و از زیبا　　بدل گفتم کہ ایں نعمت آمد برتر از نعما

بگفتا نعمتے در قدر از ہم بیش و کم نبود　　ز ساقی عین رحمت داں اگر جرعہ و گر مینا

ولے فرزانہ و بیدار دل زیں اصل مستثنےٰ است　　کہ چوں او نعمتے نتواں نشاں داد از پئے دنیا

صلاحِ عالمے با رائے او وابستگی دارد　　جہاں را چوں چمن میداں و او را چوں چمن پیرا

رعیت را چناں دارد کہ دارد گلہ را چوپاں　　غمِ دلہا خورد زانساں کہ بازرگاں غمِ کالا

بروز از دادِ مظلوماں زمانے بر نیاساید　　بہ شب چوں پاسباں بیدار باشد بر درِ دلہا

یتیماں را پدروار اشک ہا از رخ فرو شوید
غریباں را چو غمخواراں بر آرد خارہا از پا

اگر بیوہ زنے نالد ز دست ناخدا ترسے
بہ داد او رسد زاں پیش کاید بر لبش آوا

گدایاں را دہد بخشے کہ دہ لہا را غنی سازد
ضعیفاں را دہد زورے کہ پیراں را کند برنا

گہے برہم زند یک شہر بر فریاد مظلومے
گہے یک جاں ستاند تا اماں بخشد جہانے را

مظالم را براندازد جہاں از فتنہ پردازد
عدالت را برافرازد ستم را افگند از پا

ضعیفاں را تواں بخشد مظلوماں اماں بخشد
بہ محتاجاں چناں بخشد کہ حاجت را نماند جا

گمارد چوں با صلاح مفاسد ہمت خود را
کند اصلاح آں چنداں کہ سازد زشت را زیبا

فروزد شمع دیں زاں ساں کہ ظلمت از جہاں خیزد
ہنر را پرورد چنداں کہ گردد عیب ناپیدا

بصحبت برگزیند خسروان مصلحت جو را
کہ پشتیبان ملک و دولت آمد صحبت دانا

شریعت را در امر و نہی دارد تکیہ گاہ خود
کہ چوں باشد عصا در دست ہرگز نہ لغزد پا

نہ سازد تکیہ در بیچارگی جز بر توانائے
کہ اعمی را ببخشد نطق و اعمے را کند بینا

نباشد تکیہ در سرپنجگی بر زور بازوئے
کہ گہ گہ تن بعجز اندر دہد از پشہ تنہا

اگر امروزش ہمہ سامان عیش و خرمی بخشند
نہ سازد یاد دلش از تلخئ اندیشۂ فردا

جہاں را پر کند از عدل و از طغیاں تہی سازد
ہمہ مقصود او ایں باشد از دنیا و ما فیہا

اگر از جائے خود جنبد زند صد فتنہ را برہم
وگر خاموش بنشیند کند صد عقدہ از ہم وا

اگر لطف آورد آید بکام خلق شیریں تر
از آں انفاس جاں پرور کہ گوئی مردہ را احیا

وگر خشم آورد با مصلحت نزدیک تر باشد
از آں لطفے کہ شوید گرد کیں از خاطر اعدا

صلاح ہر یکے جوید چہ در پیدا چہ در پنہاں
بود در بند احسانش اگر ناداں وگر دانا

بصورت ملتفت اما نہ بندد جز بمعنی دل
بہ دنیا مشتغل اما نباشد فارغ از عقبیٰ

بود تا در دیارِ خویش سر بر پا نشانندش — دگر افتد بملکِ غیر در چشمان هندش جا

اگر خواهی جهاندارے چنیں بیدار دل بینی — بیا در خیمه گاهِ دیں پناهِ خسرو والا

دریں جشنِ شهنشاهی که گوئی حشرِ اعیان ست — زمانے چشمِ دل بگشا و بنگر عینِ اعیاں را

سحابِ مکرمت **کلبِ علیخاں** آنکه در عهدش — گدا از شاه و مفلس از توانگر دارد استغنا

نیابی هیچکس کش بار گردن نیست احسانش — چه دولتمند مستغنی چه عزلت گیرِ بے پروا

نه تنها صیتِ احسانش بهند افتاده و اقطاعش — که شد آوازهٔ جودش بلند از یثرب و بطحا

گر از لب بند بگشاید دمد بر گوش ما افسوں — ور از رخ پرده بردارد نظربارا کند شیدا

رُخے روشن تر از مهر و سرے بالاتر از گردوں — کفے ریزنده چوں ابر و دلے جوشنده چوں دریا

جبیں انوار را مسکن ضمیر اسرار را مخزن — بروں زیبا دروں روشن زہے صورت زہے معنیٰ

ق

خوشا وقتِ سخن سنجے که چوں با مدح پردازد — نگه دارد عنانِ خامه را از جادهٔ اطرا

که نبود هیچ بیتے ساده هرگز کارگر در دل — اگر صد بیتِ رنگیں در ستایش کس کند انشا

دو صد اغراق با یک قولِ صادق بر نمی آید — فَاِنَّ الْحَقَّ یَعْلُوْ كُلَّ بُهْتَانٍ وَّلَا یُعْلٰی

بحمد الله که من مداحِ آں سر چشمهٔ علم — که در فضل و کمالش هرچه گویم باشدش زیبا

بهر فن پایه اش والا بهر علمش ید طولیٰ — بهر رمزے دلش دانا بهر صیدے کمندش گیرا

بهر منزل نگاهش راهے بهر کویش گزرگاهے — بهر جائش علم برپا بهر راهش قدم پویا

بجائے کز هنرمنداں کسے را در شمار آرند — هنر بالد که مَنْ لِّیْ غَیْرُهٗ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا

بوقتے کز جواں مرداں عزیزے در حساب آید — کرم گوید که مَا لِیْ دُوْنَهٗ مَنْجیً وَّلَا وَاقِ

به بزمے کز سخن سنجاں حدیثے در میاں افتد — سخن بر خویشتن بالد که از شاه و شاه از ما

سخن را برتری داده عبارت را تری او ‌ ‌ ‌ او را دلبری داده زہے نقشی زہے انشا

معانی با نزاکت چوں ادا با حسن ہم پہلو ‌ ‌ ‌ مبانی با عذوبت چوں صفا با دوستی ہمپا

رباعی شیوۂ دارد کہ نتواں دید در جادو ‌ ‌ ‌ غزل کیفیتے دارد کہ نتواں یافت در صہبا

رباعی شنوی از برقِ خاطف رگ‌گاں جستی ‌ ‌ ‌ غزل بینی زنی بر سنگ جام بادۂ حمرا

جزالت با قصائد توأماں چوں اوج با کیواں ‌ ‌ ‌ شگرفی با قوافی ہمعناں چوں موج با دریا

عروجِ پایگاہِ مصطفےٰ آباد را نازم ‌ ‌ ‌ کہ دارد ایں چنیں فرمانروائے مملکت پیرا

ق

توائے کز وصف شیراز و صفاہاں قصہ ہا راندی ‌ ‌ ‌ یکے در مصطفےٰ آباد رفتہ چشم دل بکشا

نہ پندارم کہ زینساں دیدہ باشی در جہاں شہرے ‌ ‌ ‌ ہنر را مسقط الراسے دیں را ملجا و ماوائے

بہر دکاں متاعِ علم و حکمت چیدہ تو بر تو ‌ ‌ ‌ بہر بزم اندروں روشن چراغِ ملّتِ بیضا

ہم از اہل صناعت کاملانش چار سو بینی ‌ ‌ ‌ ہم از ارباب علم و فضل یابی فوج فوج انجا

فقیہاں اجتہاد آثار و دانایاں فلاطوں رائے ‌ ‌ ‌ حکیماں شہرہ در علم و طبیباں در عمل یکتا

گروہے از سخن سنجاں کہ باشندزاں ہمہ ہر یک ‌ ‌ ‌ سخن را زندگانی بخش و معنی را حیات افزا

بموسیقی بسے از سحر کاران نکیسا دم ‌ ‌ ‌ کہ نبود شاں چو نصرے دریں رہ ہمسر و ہمتا

خوشا شہرے و فرخ شہریارِ نام بردارش ‌ ‌ ‌ نگہدارد خدا ایں ہر دو را از ناخوشیِ دنیا

ق

توائے کز سیرِ بنگاہِ[1] سرانِ ہند سے آئی ‌ ‌ ‌ چہ آوردی بگو از جنس معنی ارمغاں مارا

گرفتم دیدہ از ملک و دولت بہرہ و سہمے ‌ ‌ ‌ ولے کم دیدہ باشی علم و دولت را بہم یکجا

[1] یہ خطاب ہے اس فرضی شخص کیطرف جو گویا کہ درباری رئیسوں اور سرکاری مہمانوں کے ڈیروں اور خیموں کو دیکھکر واپس آ رہا ہے ۱۲

کشادستند بر روئے ہوا صد طبلہ عطاراں   مشامے کو کہ دریابد شمیمِ عنبر سارا

بگلشن جلوہ ہر نونہالے دیدنی دارد   ولے در خاطرِ بلبل نگنجد جز گلِ رعنا

کسے کو باشد از پیرایۂ علم و ہنر عاری   بچشمِ اہلِ دل ہیچ است اگر جمشید اگر دارا

ق

الا اے آنکہ از مدحش مرا رطب اللساں دیدی   نہ پنداری کہ فرِّ مال و جاہم بردہ است از جا

سزاوارِ ستایش گر بہ تنہا سیم و زر بودے   نمی‌کردند صدیقاں رم از صفرا و از بیضا [۵۱]

ولے با فرِ صورت حسنِ معنی جمع چوں دیدم   نیارستم زباں بستن ز شکرِ واہبِ یکتا

کہ در اسلامیاں از جنسِ ایشاں کمترے آورد   بجاں از علم لذت کش بعلم از مالِ بے پروا

نویدِ اہلِ جہان آباد را کایں روز آں روز ست   کہ نازد ہر قدر ایں بقعہ بر خود باشدش زیبا

ورودِ حضرتِ نواب [۵۲] در دہلی بداں ماند   کہ آبِ رفتہ سوئے آبداں باز آید از دریا

مرا ایں نغمہ بر لب بود کاوازے بگوش آمد   کہ پر شد ساغرِ امروز از ناکامیِ فردا

توقع داشتیم از مقدمِ نوابِ دیں پرور   کہ روزے چند ایں ویرانہ گردد خویشتن آرا

ولے ناسازگاری ہائے بختِ واژگوں نگذاشت   کہ کشتِ خشکِ ما را تر کند ابرِ کرم فرما

برو حالی تحمل پیشہ کن در ہر خوش و ناخوش   کہ سرّے ہست پنہاں در عسیٰ ان تکرھوا شیئا

ہلالِ عید را گر بینی و گر منتظر باشی   فروغ افزاید آں در چشم و خرم دارد ایں دل را

خداوندا بحقِ آنکہ از اعجازِ انفاسش   بدستِ پاکِ او مشتِ حصا را کردہ گویا

---

۵۱ یہ اشارہ ہے حضرت عمرؓ کے قول کی طرف کہ یا صفراءُ و یا بیضاءُ غرّی غیری یعنی اے سونے اور اے چاندی میرے سوا کسی اور کو دھوکا دینا ۱۲ ۵۲ اِس میں اشارہ ہے اُس زمانہ کی طرف جبکہ نواب ممدوح کے والد ماجد نواب یوسف علیخاں مرحوم دہلی میں بحالت طالب علمی مقیم تھے۔ اور نواب ممدوح صغر سن میں اُنکے ساتھ یہیں رہتے تھے ۱۲

ببخش ایں مہتر کہتر نواز فیض گستر را — نصیبے کامل از دنیا و از دیں بہرہ اوفے

بدہ اندوہ و غم را در درون خاطرش راہے — کہ با جمعیتش وابستہ شد جمعیت دلہا

دگر یارب او ہا دگر بخت و وقت آں آرزو دارم — کہ یکرہ بر رخش خود را زنم چوں تشنہ بر دریا

تکلف نیست در ہر چہ از دعا و از ثنا گفتم — تو دانی حال ما یا عالما بالجہر و الاخفا

قطعہ بر وفات آنریبل نواب محمد علیخاں مرحوم متخلص بہ رشکی خلف اکبر حضرت نواب محمد مصطفیٰ خاں رحمہ اللہ رئیس جہانگیرآباد ضلع بلندشہر

دریغ از رحلت نواب رشکی — کہ بود امیدگاہ حالی زار

بصورت گرچہ بود از دیدگان دور — نبود از دل نہاں یک لحظہ زنہار

بیاد صحبت دیرینہ او — بدے روشن تر از روزم شب تار

ز مرگ خواجہ گم کردیم صد حیف — متاع کاسد خود را خریدار

دریغ آں شاد باش و شادمانی — دریغ آں کس مرنجاں کس میازار

دریغ آں عہد وصل گاہ گاہی — کہ مے آمد پس از یک سال یک بار

دریغ آں یاد صحبت ہائے پیشیں — کہ مے شد تازہ از انشاد اشعار

دریغ آں یادگار عہد اسلاف — کہ یاد از وضع شاں دادے بکردار

قدیماں را نراندے از در خویش — اگر بودند مجرم یا خطاکار

بعمر خویشتن نگرفت گاہے — بجرمے خشم بر خیل پرستار

مقرر داشتے چوں رزق مقدر — بہر کس ہر چہ مے بخشید ادرار

چناں کایزد در روزی نہ بندد — بجرمے یا خطائے بر گنہگار

ز حالی گرچہ کہتر بود در عمر ولے بر بست زینجا پیش از و بار

نگر از ناصبوری چشم سیہ است کہ بختے پیش از ما راند رہوار

بلے چوں جنگ نتواں با قضا کرد بہ ترکش صبر باید کرد ناچار

ولے از دل نگردد یادِ او محو بود تا جانِ محزوں در تنِ زار

قطعہ تاریخ وفات قبل از وقت سید محمود علی مرحوم خلف سید بہر علی نبیسہ مہین برادر جناب سر سید احمد خاں بہادر رحمہ اللہ کہ از طلبہ رشید کامیاب محمڈن کالج علیگڈھ بود

زبدۂ اتراب شمعِ جمع محمود علی آنکہ در باغِ شبابش بود آغاز بہار

آنکہ انوارِ نجابت می درخشید از رخش آنکہ آثارِ رشادش از جبیں بود آشکار

آنکہ در کسبِ علوم آخر بہ پایاں برد راہ گرچہ آمد سنگ ہا در راہش از لیل و نہار

در ہزار و سیصد و نہ (۱۳۰۹) کرد دنیا را وداع پیش از آں کز باغِ دنیا ہیچ چیند برگ و بار

پیش از آں کز نخلِ سعیِ خویش افشاند رطب پیش از آں کز پائے و پیما بر آرد نوکِ خار

پیش از آں کز ثمرۂ تعلیم گشتہ بہرہ ور گل و ماند سرپرستاں را براہِ انتظار

پیش از آں کز عمر و از دولت نصیبے یافتہ ہم نیارا یار گردد ہم پدر را غمگسار

آنکہ بودے چشمِ یاراں را فروغ از دیدنش آنکہ گشتے از فراقش خاطرِ یاراں فگار

حیف کز یاراں فراقِ جاودانی برگزید تا گرفتہ در جہاں چوں قطرۂ شبنم قرار

یارب او را کز جہاں شد با دلِ پر آرزو جائے صدیقاں بدار از لطف در دار القرار

قطعہ بر وفات وزیر الدولہ خلیفہ سید محمد حسن خان مرحوم وزیر ریاست پٹیالہ

آه از مرگِ مفاجاتِ وزیر الدولہ — کہ فرو رفت بحیرت خبرش ہر کہ شنید

بزند تا بجگر این داهیهٔ دهیارا — کاه از پردهٔ تقدیر بناگاه پدید

فارغ از ماتمِ فرزندِ جوان ناگشتہ — رخت زی منزلِ فرزندِ جوان باز کشید

خلق را بہ نشده زخم دو تیر ستمگر — کز فلک بر اثر این ناوکِ دلدوز رسید

شهر پٹیالہ نہ تنها بہ غمش نوحہ سراست — کہ بہ ہر ناحیہ زین نالہ بلند ست نشید

اے بسا چشم کزین واقعہ خوناب فشاند — اے بسا دست کزین غم گریبان بدرید

صبر بر مرگِ عزیزے نتوان کرد آرے — کہ بود فرد در اقران و در امثال وحید

آنکہ در دوستیِ او در کرم و بذل و سخا — رسم اجداد ز سر کرده بعالم تجدید

آنکہ ہرگاه لب از لطف کشادے بسخن — گفتی از خلد نسیم سحری باز وزید

منتش شاملِ ہر فرقہ چہ بیگانہ چہ خویش — لطف او عام بہر کس چہ قریب و چہ بعید

زخم مشکل کہ بہ تدبیر شود چاره پذیر — کہ ازین واقعہ بر دولتِ پٹیالہ رسید

ہمہ عمرش بنکوخواہیِ دولت بگذشت — تا توانست در اصلاحِ مفاسد کوشید

گر بکاوند ہمہ مملکتِ خالصہ را — این چنین صاحب تدبیر خرد نتوان دید

مگر از دودهٔ او کس بہ تلافی خیزد — کش بود در کفِ پے قفلِ در بستہ کلید

در علیگڈھ کہ بنا یافتہ دار العلمی — از مددگاریِ یارانش بسے داشت امید

یادِ وے گم شده از دستِ عزیزان تنہا — کہ ز دوران بدلش مے نتوان باز خرید

ذکر او ماند جاوید درین دار العلوم — کش نکو خواستہ تا بود و نکو اندیشید

مُردنش گرچه هنگام نبود ست امّا — عاقبت روزے ازیں جرعہ ببایست چشید

مُرد و با خویشتن از خلق بجز خیر نبُرد — ایں چنیں مرگ نکوتر ز حیاتِ جاوید

قطعہ در نوحۂ وفاتِ جناب مشیر الدولہ خلیفہ سید محمد حسین خاں مرحوم برادرِ خُرد وزیر الدولہ مغفور

آہ از مرگِ مشیر الدولہ آہ — آں عمادِ قوم و رکنِ خانداں

درسگاہِ قوم را پشت و پناہ — دودمانِ پھول را حرزِ اماں

آں بصورت انس و در سیرت مَلَک — آں بدانش پیر و در ہمّت جواں

آں بہ تدبیر و خرد بوذرجمہر — آں بہ حزم و رائے سولونِ زماں

آں بشورے یک مشیرِ پختہ کار — آں بہ دیواں یک دبیرِ کارداں

در سیاست از مفاسد برکنار — در دیانت از تعصب برکراں

آنچہ ملت دیدہ است از حلمش — باغِ خرّم مے نہ بیند از خزاں

آنچہ دولت را رسید از نُصحتش — کم رسد گلزار را از مہرگاں

عمرہا باید کہ خیزد مثلِ او — بجز وے از سرزمینِ پھلکیاں

در کراچی چوں فراقش دست داد — بود گوئی آں فراقِ جاوداں

تا گرفتم رہ ز سیر شد آہ — کز [illegible] رحلت [illegible]

منتظر بودیم ازو پیغام را — کامد و پیغامِ مرگش ناگہاں

جز نکوئی در خصالِ او نبُد — ہیچکس ہم در عیاں ہم در نہاں

در صفا آئینۂ سِرّش چوں عَلَن — از ریا پاکش نہاں ہمچوں عیاں

آہ ازاں مخدوم خادم پرورے — مہرباں تر از پدر بر خادماں

آہ آہ آں خواجۂ مہماں نواز — از کرم منت پذیر از میہماں

آہ ازاں در شادی و غم پایدار — آہ ازاں در زمانہ خوش و خوش شادماں

قصہ کوتہ بود یک فردِ فرید — کامدہ از وصفِ او قاصر زباں

از خرد پرسیدمش سالِ رحیل — گفت سالِ رحلتش مغفورِ داں ۱۳۲۴ھ

قطعہ[۱۵]

تو اے کہ رونقِ پیشینیاں بہم شکست — ز نظم و نثرِ تو کاندر زمانِ ما گفتی

چہ نغمہ ہا کہ بہ قانونِ ذوق سنجیدی — چہ بذلہ ہا کہ باندازِ دلربا گفتی

رسید نشۂ عرفاں چو ذکرِ مے راندی — شگفت خاطرِ یاراں گر از صبا گفتی

دوید ریشہ بدلہا چو حرفِ مہر زدی — دمید نخلِ تمنا چو از وفا گفتی

گہر بہ بزم فشاندی اگر ثنا خواندی — اثر ز لفظ و ماندی اگر دعا گفتی

ہزار عقدۂ سربستہ باز بکشودی — ہزار نکتۂ پوشیدہ برملا گفتی

ز سرِ تفرقہ و جمع قصہ ہا راندی — ز سیرِ انفس و آفاق راز ہا گفتی

برآمد از دلِ بیگانگاں ترانۂ ذوق — بہ محفلے کہ سخن ہائے آشنا گفتی

لطیفہ ہا کہ بہ لفظ و بیاں نے گنجید — تو چوں فرشتۂ غیب آمدی و وا گفتی

بحقِ لطفِ کلاست کہ ہست بر دلِ ما — کہ پایۂ سخن افراشتند تا گفتی

[۱۵] جس موقع پر یہ قطعہ لکھا گیا تھا اُسکے متعلق مفصل بحث یادگارِ غالب میں درج کر دی گئی ہے۔ اِس قطعہ میں مرزا غالب مرحوم کی طرف خطاب کیا گیا ہے۔ اور جو مضامین اس قطعہ میں درج کیے گئے ہیں اُنکا ماحصل بغیر یادگارِ غالب کے دیکھے اچھی طرح ذہن نشین نہیں ہو سکتا ۱۲

تو اے که هر سخن نغز تو بدل جا کرد
جز آن که در حق حالی برمز وا گفتی

هر آنچه گفته اند ز جواب عرض نیاز
خطا بود که بگیرم اگر خطا گفتی

ولے بعذر پده از حرف چند باخویشم
که گر نه گفته ام آخر تو از کجا گفتی

عجب که قاعده دان نیازمندی را
سفیه و معجب و خودبین و خودنما گفتی

عجب که چاشنی اندوز خاکساری را
رهین ذوق نواسنجی انا گفتی

عجب که مشتغلی را ز نقد ناسره اش
به زرق و در گرو غرض کیمیا گفتی

نه راه حرف بسویت نه جائے من پیدا
جواب چیست اگر پرسم از کجا گفتی

اگر نه روئے سخن با تو بود مے گفتم
بگو نه گفتی و چون گفتی و چرا گفتی

ولیک شرط ادب نیست بر تو خرده گرفت
هر آنچه در حق من گفته بجا گفتی

قطعۂ دیگر

تو اے که عذر فرستاده بیجهی
سزد که جان گرامی بران نثار کنم

شکایتے که توان گفت عین اخلاص
گرم تو دوست شماری هزار بار کنم

نماند قاعدهٔ شکر بے ریا بجهان
اساس دوستی از شکوه استوار کنم

چو شکوه جز به تقاضائے دوستی نبود
ز غیر شکر و شکایت دو ستدار کنم

سرشت پاک و دل صاف داده اند مرا
بحرف تلخ ولے خالی از غبار کنم

خوش آنکه ساز کنم از تو شکوه بیجا
تو اعتذار کنی و من افتخار کنم

خوش آنکه عذر تو چون در کند مرا از جا
دگر به پیش تو تمهید اعتذار کنم

بر آن سرم که اگر عمر گران بزین پیا ق
ز کارهائے جهان خاصه این دو کار کنم

ز کرده توبه نمایم ز گفته استغفار
دگر سپاس تو پنهان و آشکار کنم

ترجیع بند

مرثیۂ نواب مختار الملک سر سالار جنگ میر تراب علی خاں مرحوم مدار المہام سرکار عالی نظام کہ از طرف کمیٹی تعلیمی مدرسۃ العلوم علیگڈھ اشاعت یافتہ

داشت ہر کس بزباں مدحتِ مختار الملک — کامد از در خبرِ رحلتِ مختار الملک
تا چہ افتاد پس از نہضتِ مختار الملک — بر سرِ حشمت و جمعیتِ مختار الملک

اے اجل گر تنِ بیجاں تہِ خاکش سپری
نتوانی کہ نکو نامیش از یاد بری

لشکر از ماتم او چاک گریباں شدہ است — کشور از مردنِ او یکسرہ ویراں شدہ است
اے بسا چشم کزیں حادثہ گریاں شدہ است — حیدرآباد تو گوئی ہمہ بے جاں شدہ است

اے اجل گر تنِ بیجاں تہِ خاکش سپری
نتوانی کہ نکو نامیش از یاد بری

منتے ہست ازو بر سرِ سرکارِ نظام — کہ بشکرش نتواں کرد بصد سال قیام
ہم ازو یافتہ عدلیہ و مالیہ قوام — ہم بدو لشکر و ضبطیہ پذیرفت نظام

اے اجل گر تنِ بیجاں تہِ خاکش سپری
نتوانی کہ نکو نامیش از یاد بری

آہ کایں درد نہ دردیست کہ درماں دارد — ملک ازیں آہ سپہر لرزہ در ارکاں دارد
قوم ازیں واقعہ انگشت بدنداں دارد — تا فلک در پسِ ایں پردہ چہ پنہاں دارد

اے اجل گر تنِ بیجاں تہِ خاکش سپری
نتوانی کہ نکونامیش از یاد بری

چشمِ اسلام ازیں غصہ بخوں تر گردید — ملت از حالتِ پیشینہ زبوں تر گردید
علمِ دیں کہ نگوں بود نگوں تر گردید — قیمتِ خواجہ پس از مرگ فزوں تر گردید

اے اجل گر تنِ بیجاں تہِ خاکش سپری
نتوانی کہ نکونامیش از یاد بری

دوست تا دشمنِ او زد طمعِ یاری داشت — ملک از نیروے تدبیرش استواری داشت
دولتِ عہد ازو چشمِ وفاداری داشت — گردنِ قوم ز احسانش گرانباری داشت

اے اجل گر تنِ بیجاں تہِ خاکش سپری
نتوانی کہ نکونامیش از یاد بری

آہ ازاں بذلِ سماحت کہ نیابیش ہمال — آہ ازاں عقل و کفایت کہ نہ بینیش مثال
سپس از ہند چنیں مرد نہ خیزد صد سال — خاصہ از قوم کہ افتادہ دراں قحطِ رجال

اے اجل گر تنِ بیجاں تہِ خاکش سپری
نتوانی کہ نکونامیش از یاد بری

در علیگڑھ کہ نہادند عزیزاں بنیاد — درسگاہے کہ ز طوبیٰ ثمرش باد زیاد
تا بگیتی بود ایں قصرِ ہمایوں آباد — خلق در یادِ جوانمردیِ او خواہد داد

اے اجل گر تنِ بیجاں تہِ خاکش سپری
نتوانی کہ نکونامیش از یاد بری

کیست در ہند کزیں غم لبِ حسرت نگزید — کیست از قوم کزیں غصہ گریباں ندرید

تا بہ جائیکہ چو ایں نالہ جانکاہ شنید   حالی گوشہ نشیں ہم ز جگر آہ کشید

اے اجل گرتن بیجاں تہ خاکش بپری

نتوانی کہ نکوناہیش از یاد بری

قصیدہ در تہنیت عید الفطر بجناب نواب سر آسمان جاہ بہادر مرحوم

صبا جا روز و شب بکام تو باد   صبح نوروز و عید شام تو باد

عید سال ہزار و سیصد و ہشت   بر تو فرخندہ و بکام تو باد

شاہ نامیدہ آسماں جاہت   آسماں مفتخر ز نام تو باد

شاہ کت ملک را سپردہ عناں   نظم اوقات ام از قیام تو باد

شاہ از رائے تست فارغ بال   خلق خرسند از نظام تو باد

آرزوہاست زندہ از کرمت   فتنہ ہا مردہ از حسام تو باد

گنج معمور و ملک آباداں   از بقائے شہ و دوام تو باد

قصر والا اساس ملک نظام   محکم از پشتی نظام تو باد

ہر کہ در چارسوئے ملک نظام   خیرہ و سرکش است رام تو باد

شرمساری عقوبتے است عظیم   عفو نت از خصم انتقام تو باد

در سیاست گرہ برابرویت   خوشنما ہمچو لطف عام تو باد

برق تیغ تو خشک و تر سوزست   یارب آں برق در نیام تو باد

عدل زانسانکہ وجہ ہمت تست   ہمہ در ضبط اہتمام تو باد

در قضایائے صعب ملت و دیں   شرع خیر الورٰی امام تو باد

در امورِ عظامِ دولت و ملک ... بخداوند اعتصامِ تو باد
مقصدِ خلق طوفِ درگہِ تست ... پرسشِ حالِ شاں مرامِ تو باد
ساز و برگِ دعائے مظلوماں ... مایۂ عیشِ مستدامِ تو باد
بر زباں خلق را ستایشِ تست ... در دلِ خلق احترامِ تو باد
اے مدار المہامِ ملکِ دکن ... فتح دلہا خود از مہامِ تو باد
تا بنوشند بادہ اندر جام ... بادۂ خوشدلی بجامِ تو باد
تا فشانند دانہ در تہِ دام ... دلِ عالم اسیرِ دامِ تو باد
ہر شمیمے کہ ناگوار آید ... دور پیوستہ از مشامِ تو باد
ہر نسیمے کہ از جناں خیزد ... طرب انگیز در خیامِ تو باد
در جہاں ہر کہ ہست چوں حالی ... طالبِ کام و نازونامِ تو باد

قصیدہ در تہنیتِ عیدِ اضحی بجنابِ نواب آسمان جاہ بہادر مدار المہام سرکارِ عالی نظام

عیدِ اضحیٰ کہ آفریں باد و درودش ظفر ... باد بر خواجہ ز عیدِ رمضاں فرخ تر
نائبِ السلطنہ نواب بشیر الدولہ ... عمدۃ الملک فلک جاہ امیرِ اکبر
آنکہ سر پانزدہ از نظم و سیاست حقے ... کز پئے ملک سپر بودہ ز ہر فتنہ و شر
آنکہ از لطف و کرم کردہ رواں شہر و سے ... کہ خس و خارِ الم برد بروں از کشور
آں سپہرِ شرف و مجد کہ در جاہ و جلال ... پایۂ اش برتر از آن است کہ گنجد بفکر
آں سپہرِ اوجِ کرامت کہ ز والا گہری ... بے نیاز آمدہ از مدح چو ماہ از زیور

ق

صاحبا عادتِ قومے ست که در مدح و ثنا — ہر یکے ساز کند نغمه به آہنگِ دگر

آں یکے جز به مدیحت نه کشاید لب باز — تا بداند که جز مدح نه دارد در سر

واں دگر پیشتر از مدح ستاید خود را — تا فریبد دلِ ممدوح به اظہارِ ہنر

جمعے از شکوهٔ گردوں سخن آغاز کنند — کز شکایت بود از شکر بدل گیرا تر

قومے از مدح گرایند به تشبیب و غزل — کز نمک چاره نباشد چو بخوردند شکر

بعد ازیں طائفه باشند که در وقتِ مدیح — دمبدم حُسنِ طلب جلوه دہند از ہر در

گر قصیدست وگر تہنیت ایں ہست شعار — نکته سنجاں را در مدحِ عزیزاں یکسر

منکه جز خواجه کم آلوده ام اندر ہمه عمر — ذہنِ خویشش به مداحیِ ممدوحِ دگر

لاجرم خامه دریں مرحله پُر نابلدست — مے نه داند که چساں طے کند ایں راه گذر

تہنیت خود سخنے بیش نباشد که درو — چوں بگویند مکرّر نبود ہیچ اثر

ور بجز مدحتِ خواجه نه راند حرفے — بتملّق کندش دہر بہر شہر سمر

ور بعرضِ ہنرِ خویش دکاں بکشاید — ایں خرافت نبود طبعِ زماں را درخور

ور به تشبیب و غزل روئے سخن آراید — نیست ایں زمزمه ما جز به جوانی اجدر

ور نہد بر طلبِ جائزه بنیادِ کلام — کرده باشد مگر از شرم و حیا قطعِ نظر

آنکه از مائدهٔ فیضِ تو ادرار خورد — وانکه از نعمتِ تو بہره برد شام و سحر

دل رضا چوں دہدش کز تو عوض دارد چشم — بر سپاسے که ازاں ہیچگہش نیست مفر

خامه زینجاست که از غایتِ حیرت زدگی — اندریں مرحله نشناخته پا را از سر

پس ہماں به که کند ختم سخن را بدعا — که دمِ عجز نیاید به دعا مدحت گر

تا کنند اہلِ سخن مدحِ ملوک و وزرا — تا ملوک و وزرا مرجعِ فضل اند و ہنر

باد اوصافِ تو از مدح و ثنا مستغنی | گرچہ باشند بہ مدح تو عزیزاں مضطر
باد در سایۂ محبوب علیخاں ایمن | دولت آصفی از ہر حدث و فتنہ و شر

قطعہ در سپاس لطف و کرم جناب کرنل ہالرائڈ و قتیکہ عنان ادارہ تعلیم پنجاب بدست ایشاں بود

اولاً شکر آنکہ فرمودی | حاجت بندہ بے دریغ روا
ثانیاً عذر آنکہ چندیں بار | آمدم از پے صداع شما
آں شنیدی کہ گفت افلاطون | رنج بُرد آنکہ در نکو یہا
رنج او عاقبت بہ پایاں رفت | ایک نیکی ہمیشہ ماند بجا
راست گویم گزاردن نتواں | حق لطفے کہ کردہ بر ما
مے کنم ختم بر دعا گفتار | کہ نیاید ز بندہ غیر دعا

ترتیب ماہ ہائے جلالی در نظم

آذر و دے بہمن اسفندار فرودیں بہشت | باز خورداد ست و تیر ست امرداد ایجواں
باز شہریور پس مہرست و آباں بعد ازو | ہر یک از ماہ جلالی پیش تو کردم بیاں

فرد

چیدند خوان نعمتے چوں سیر شد دل از جہاں | دادند آب زندگی اما پس از نزع رواں

شکریہ مسٹر وٹن افسر محکمہ پرمٹ از طرف عزیزی انشا اللہ خاں خرم دہلوی

فرزانہ امیر دادگر وٹن | کز داد و کرم زمانہ بنواخت

دستش بگرفت زود بر داشت | آنرا کہ فلک ز پا بر انداخت

بنواخت بقدر پایۂ او | آں را کہ زمانہ قدر نشناخت

اصلاح ادارۂ نمک کرد | زانساں کہ زہر خلل بپرداخت

آوازہ فگند دار و گیرش | زاں گونہ کہ دزد زہرہ در باخت

ناخواستہ کام ما روا کرد | ناساختہ کارہائے ما ساخت

از فیض نیازمندی اوست | انشا کہ ز ناز سر برافراخت

قطعہ بر طبع دیوان منشی اقبال حسین صاحب متخلص بہ عاشق

جواں مرد آزادہ عاشق کہ نیست | در اقران خود کس مر او را قریں

نہ صیاد و ہموارہ از حسن خلق | پے صید آزادگاں در کمیں

نہ سحارہ پیوستہ ز افسون نطق | کشد ز آشیاں باز و شیر از عریں

ہمہ بارد از جبہہ اش انبساط | اگر مہرباں ہست و گر خشمگیں

نہ بینیش گہ سر کہ بر ابرواں | نہ یابیش افتادہ چیں بر جبیں

دو سال ست کافسون مہر و فاش | ربود ست صبرم ز جان حزیں

و[illegible]ے پیوند نا آشنا | کہ بود ست فارغ ز مہر و ز کیں

ندانم کہ عاشق چہ افسون دمید | کہ در باخت خود را بمہرش چنیں

سررشتهٔ هیهات دادم ز دست	سخن ز آسمان بود و رفت از زمین
کنون رانم از طبع دیوان سخن	که شد جلوه فرما بنوعے گزین
درین روزها کز حروفِ زمان	سخن شد مهان و سخنور مهین
عروس سخن مے نیرزد بہ جو	بہ حسن ار بود غیرتِ حور عین
صد آباد بر عاشق و عزمِ او	کہ در دورِ ناسازگارے چنین
ز معنی بہ بیگانہ و آشنا	فشاند ست گنجینہ از آستین

قصیدہ در شان جناب مستطاب ہز مجسٹی امیر حبیب اللہ خاں والی دولت خداداد افغانستان خلد اللہ ملکہ. وقتیکہ برائے ملاحظہ مدرسۃ العلوم در علیگڈھ نزول اجلال فرمودہ بودند. ایں قصیدہ در مواجہہ ایشاں خواندہ شدہ بود

می رسد گر فرق عزت بگذرد از فرقداں	میزبانے را کہ شاہے چوں تو باشد میہماں
گر بہ رقص آید در و دیوار کالج دور نیست	زیں طرب کامد بہ دیدارش امیر کامراں
دولتِ بیدار مفتِ ما کہ شد مہمانِ ما	چوں تو مہمانِ عزیزِ قیصرِ ہندوستاں
زندہ کاش امروز بودے بانیِ ایں درسگاہ	تا بدیدے پایۂ آنش بالاتر از وہم و گماں
تا ہمہ امیدہا کاندر دل خود بستہ بود	از قدومِ شہ بچشمِ خویشتن دیدے عیاں
اے سراجِ ملت و دیں اے امیر ابنِ امیر	اے چو بابِ نامدار خویش شاہے کارداں
سنگہا کاندر رہِ تعلیمِ قوم آمد بہ پیش	داستانِ حسرت انگیزش نہ گنجد در بیاں
قصہ کوتہ جہل و دانش سالہا در جنگ بود	جہل میکوشید تا نگذارد از دانش نشاں

دولتِ ہند ار نہ بودے حامیِ این درسگاہ — کوششِ بانی ہمہ برباد رفتے رائگاں

شکر للہ کز میاں برخاست آں جنگ و خلاف — جملہ بر بستند بر امدادِ این کالج میاں

عاقبت مقبولیِ کالج بدیں غایت رسید — تربیت گاہِ غریباں شد گزرگاہِ شہاں

شکر این کہتر نوازی کز قدومِ خویشتن — اہلِ کالج را فزودی آبرو و عزّ و شاں

گر نویسد پارہ زاں نیست یارائے قلم — ور بگوید اندکے زاں نیست نیروی زباں

پس ہماں بہتر کہ گردد بر دعا ختمِ سخن — زانکہ ناید جز دعائے خواجہ از ما بندگاں

تا ز تعلیم ست و تلقینِ دین و دنیا را فروغ — تا بود وابستہ با علم و عمل نظمِ جہاں

ملتِ افغاں ز تدبیرِ تو اندر علم و فن — گوئے سبقت بردہ باد از جملۂ ابنائے زماں

آں چناں کز نوعِ خود در زور و طاقت برترست — ہمچناں در علم و حکمت باد ممتاز از جہاں

تا بود خیر و صلاحِ خلق در صلح و وفاق — تا نہالِ دوستی بار آورد امن و اماں

اتحادِ دولتِ ہند و خداداد امیر — باد مستحکم بسانِ اتحادِ جسم و جاں

در شکر یاد آوری عالیجناب ہز ہائنس امیر الامراء آنریبل نواب سر حامد علیخاں بہادر مستعد جنگ والیِ ریاستِ رامپور دام اقبالہم

کیست یا رب کز دلِ آزادگاں — مدحِ او جوشد چو از فوارہ آب

کیست کز ذکرِ جمیلش در جہاں — ہر کسے نادیدہ میخواند کتاب

کیست کز ذوقِ ثنایش روز و شب — خامہ مے رقصد چو برق اندر سحاب

کیست کز عمیمِ نوالش چارسو — قانعاں را در دہن گردیدہ آب

کیست کز رویش بر افتد گر نقاب — گوئی از مشرق بر آمد آفتاب

کیست کز خُوبیش اگر حرفے رود ‏ — دفتر اخلاق مثنوی باب باب

کیست کز وصفش اگر جوئیش نام ‏ — ورزباں بر دل فرود آید جواب

شہ نشاں حامد علیخاں آنکہ نیست ‏ — جز نمودارے ز رویش ماہتاب

روئے او نورِ ضمیرش را گواہ ‏ — رائے اُو روے منیرش را جواب

خُوے اُو آمد دلیلِ خوے او ‏ — گرد لیلے بادیت ز و ز و متاب

کیست کز اکسیر اگر پُرسی نشاں ‏ — بشنوی خاکِ درش از دل جواب

چوں زخلوت پا نہد در جلوہ گاہ ‏ — یا کند در بزم جمعے را خطاب

چشمہا از گوشہا سبقت برد ‏ — گوشہا بر چشمہا آرد شتاب

بردہ رہ گوئی بہ آبِ زندگی ‏ — ہر کہ از لطف کلامش کامیاب

جاوداں ماندہ زراحت بے نصیب ‏ — ہر کہ از اعراض او در پیچ و تاب

بر دلم نادیدہ بندہ مہر اوست ‏ — اے خوشا روزے کہ برخیزد حجاب

مہرباں بر خود گمانش کردہ ام ‏ — تا چہ تعبیر آرد ایں فرخندہ خواب

اے سلف را میوۂ نخلِ امید ‏ — وے نیاگاں را دعائے مستجاب

در جہاں باشی سلف را جانشیں ‏ — تا خلف زیشاں بود نائب مناب

نام آبا زندہ باد از نسبتت ‏ — تا پسر جوید بآبا انتساب

تا حساب از عمر و از دولت کنند ‏ — دولت و عمرِ تو بادا بے حساب

سلہ مسند نشینی کے چند سال بعد نواب ممدوح نے خاکسار کو رامپور میں یاد فرمایا تھا۔ اُس وقت اول یہ قطعہ بھیجا گیا تھا اُسکے بعد راقم خود

ترکیب بند

۱۳۱۵ھ

مرثیہ جناب مستطاب جواد الدولہ عارف جنگ ڈاکٹر سر سید احمد خاں غفر لہٗ

بند اول

آہ ازیں تیرِ گذار اکز کماں انداختند — آہ کز یک زخم قومے نیم جاں انداختند

اے عجب کز رحلتِ فردے ز افرادِ بشر — عالمے را از قیامت در گماں انداختند

اے عجب کز مردنِ یک پیر مردِ سالخورد — تاب تب در کودک و پیر و جواں انداختند

اے عجب کز سوزِ اندوہِ وفاتِ مسلمے — مردمِ ہر کیش را آتش بہ جاں انداختند

سیّد اندر قوم نقدے بود اندر کیسہ — کیسہ خالی ماندہ و نقد از میاں انداختند

قوم را سرمایۂ مجد و علا از دست رفت — بعد ازاں کایں گنج را در خاکداں انداختند

نو بہار آید دگر در باغِ قوم امید نیست — بعد ازو طرحِ خزانِ جاوداں انداختند

تا قیامت گوئی از تاراجِ ما فارغ شدند — کایں مصیبت بر سرِ اسلامیاں انداختند

اہلِ دیں بے یاور و دینِ سکیں بے یار ماند — ہرگہ ایں آوازہ در ہندوستاں انداختند

رفت و با خود رونقِ بزمِ مسلمانی ببرد
ملت از مرگش بتر مرد و مسلمانی بمرد

بند دوم

آہ آہ از مرگِ و ہر آشوب سید آہ آہ — آنکہ در ہر نا ملائم قوم را بودے پناہ

عہد یاری کا و بملک و دین و دولت بستہ بود — تا ز تن جاں بر نیامد داشتے دائم نگاہ

مشکلِ یاراں اگر بودے ہمہ طوفانِ نوح — بر مثالِ کشتیِ نوح اندر و کردے شناہ

غم ہا کوشید تا شوید غبارِ سوءِ ظن | گر نشیند از رعیت بر دلِ ارکانِ شاہ

چارہ ہا انگیخت تا طرحِ صداقت افگند | در میانِ حاکم و محکوم و سالار و سپاہ

کاروانِ قوم دور افتادہ بود از راہِ راست | رفت واز بے راہہ برگرداند و آوردش براہ

در مصافِ دہر بودن دین و ملت را سپر | حج او این بود و اینش صوم این بودش صلوٰۃ

سید القوم است ہر کس قوم را خدمت کند | خدمتِ او بر سیادت بس بود اورا گواہ

گرچہ از ما مے تواند صد چو سید آورد | آنکہ لعل آرد ز سنگ و لالہ از خاکِ سیاہ

لیک قومے کز فراز اندر نشیب افتادہ اند

باز ہرگز در نیابند آنچہ از کف دادہ اند

بند سوم

میتوان در فضل و دانش شہرۂ دوراں شدن | در فصاحت ہمچو سحبان و خسرو و لقمان شدن

میتوان در جاہ و ثروت گوئے از قارون برد | میتوان در زہد و طاعت غیرتِ سلمان شدن

میتوان در ملک و دولت خسرو پرویز گشت | میتوان در زور و طاقت رستم و دستان شدن

میتوان قطبِ زماں شد میتوان شد غوثِ وقت | ہر چہ خواہی میتوانی شد بجز انساں شدن

چیست انسانی تپیدن از تپِ ہمسائگاں | از سمومِ نجد در باغِ عدن پژمان شدن

خوار دیدن خویش را از خواریِ ابنائے جنس | در شبستاں تنگ دل از محنتِ زنداں شدن

آتشِ قحطے کہ در کنعاں بسوزد باغ و کشت | بر فرازِ تختِ مصر از تابِ آں بریاں شدن

زیستن در فکرِ قوم و مُردن اندر بندِ قوم | گر توانی میتوانی سید احمد خاں شدن

میتوان مقبولِ عالم گشت اما ہمچو شیخ | بہرِ سودِ خلق مردودِ جہاں نتواں شدن

جورِ اخواں دیدن و در عشقِ اخواں زیستن

زخمِ پیکاں خوردن و مشتاقِ پیکاں زیستن

بندِ چہارم

در روشش جمعے بہ تقلیدِ سپہ ہمت تاختند ‌‌ لیک چوں رفتند گامے چند دل در باختند

زود دانستند کایں سودا نہ ہر سر را سزد ‌‌ اہلِ دعوے کاندریں میداں علم افراختند

کار کارِ شیر مرداں ست کز سوزِ دروں ‌‌ بزم را افروختند و شمع ساں بگداختند

سیل از رہ تا دمِ آخر عناں را بر نتافت ‌‌ گرچہ در راہش بسے خار و خسک انداختند

بود یاراں را سپر تا بود ۔ در ہر شور و شر ‌‌ لیک یاراں بر سرش تیغِ جفا مے آختند

خواجہ در فکرِ صلاحِ دین و ملت درگذشت ‌‌ لیک اہلِ دین و ملت قدرِ او نشناختند

جز ملامت ہیچ ننوشتند مزدِ خدمتش ‌‌ چوں نباشد قرعہ در روزِ نخست انداختند

آرے از عالم نہ پیوستند جز جور و جفا ‌‌ آں جواں مرداں کہ کارِ اہلِ عالم ساختند

آدمی وانگہ ز قومِ مردہ خیزد اے شگفت ‌‌ کایں جہانِ مردمی زیں آب و گل [illegible]

حیف کاندر جمعِ مستاں ہوشیارے بود ۔ رفت

در زمینِ شور نخلے باروارے بود ۔ رفت

بندِ پنجم

گوئے از گردش فرو ماندہ است چوگاں را چہ شد ‌‌ کشتی از جامے نہ جنبد ۔ موجِ عُمّاں را چہ شد

دہ بہ ویرانی کشید و قسمت دہقانش کجاست ‌‌ گلہ سرگرداں شود زود دست چوپاں را چہ شد

چہرہ شد سہراب ویراں رستمِ دستاں کجاست ‌‌ یافت فرصت اہرمن ۔ مُہرِ سلیماں را چہ شد

تارکِ ہر کس ندارد تابِ گرزِ روزگار ‌‌ بر نمی‌تابد سرے ایں پتک سنداں را چہ شد

قوم را بیمِ عتاب و چشمِ رحم از کس نماند ‌‌ آں لبِ نفریں سرا ۔ آں چشمِ گریاں را چہ شد

پند ایں شیریں بیاناں نمی گیرد بہ دل — آں زبانِ تلخ گو۔ آں تیغِ عریاں را چہ شد

شد خزان وانہ بہاراں نیست یاراں را خبر — آں بہارِ بے خزانِ بزمِ یاراں را چہ شد

دل گرفت از خندۂ گل تا ببست از خندہ لب — آں کلیدِ قفلِ دل آں لعلِ خنداں را چہ شد

آں کہ مے بخشید جاں آں بادِ نوروزی کجاست — آنکہ مے بارید دُر آں ابرِ نیساں را چہ شد

اے علیگڈھ آنکہ کردت شہرۂ امصار کو

آنکہ از خاکت بگردوں بردہ آں معمار کو

بند ششم

آہ از آں در بیشۂ صدق و صفا شیرِ ژیاں — آنکہ در سر و علن بودش یکے دل با زباں

آنکہ چوں دریا نبودے تیرہ از باراں سنگ — آنکہ از عزمش (یعنی از عزم خود ۱۲) نہ گشتے صورتِ کوہ گراں

بود در ہمت ہما باہمت متہم از راستی — آرے ایں باشد دریں عالم سزائے راستاں

یا بجز علمش نبود و علم دانی نادرست — ایں چنیں بے کس سزد کز جہل پرّاند جہاں

بعد بستیہا (قلیل الوجود ۱۲) کز جفائے قوم نگذشت از وفا — کیست تا باشد بریں نامہرباناں مہرباں

خانہ اش دانی یکے مہماں سرائے قوم بود — کیست مرایں میہماناں را ازیں پس میزباں

بعد ازو کایں دشت را گلزار کرد و رفت کیست — ایں بنا را ناظماں۔ ایں باغ را باغباں

سعی با مشکل کہ بعد از خواجہ ماند برقرار — جنبش از لعبت (پتلی ۱۲) مجو۔ لعّاب (بازیگر ۱۲) چوں رفت از میاں (کفیل ۱۲)

جیش را فقدانِ سر عسکر خطر دارد خطر — گلہ را بگسستن از چوپاں زیاں اندر زیاں

مہرِ جاں را بعد ازیں یا رب بدیلِ ماہ کیست

دیگر ایں سہ دولتاں را یار و دولتخواہ کیست

بند ہفتم

دوستان از مرگ نبود چاره وز فرقت مفر | چون زنان تا چند بودن بهرِ سیّد نوحه‌گر
جای استقلال و وقتِ همت و مردانگی ست | کاین بلای ناگهان را نیست جز همت سپر
ور غمِ سیّد اگر از فرضِ خود غافل شوید | این مصیبت را بود صد چندین مصیبت بر اثر
خواجه دار العلمی از بهرِ شما بگذاشته است | تا بود نسلِ شما از علم و دولت بهره‌ور
کوه ها کنده است تا این جوی شیر آورده است | بو که آب رفته در جوی شما آید ز سر
ترسم این سرچشمه گردد تیره از سنگِ خلاف | هان و هان وقت است وقتِ اتفاقِ همدگر
عزم جزم آرید و برخیزید و همداستان شوید | دست بگشائید و بربندید دامن بر کمر
شصت ملین هست در هندوستان تو حیف گی | وه که چندین خلق در ماند ز کارِ یک نفر
یادگارِ خواجه بعد از خواجه بر پا داشتن | شکر او را خوب‌تر زین نیست اسلوبی دگر

مزد او این بس که در اصلاح خود کوشید زود
کز شما غیر از شما مطلوب او چیزی نبود

قطعه در شکر صحت یابی شمس العلما مولانا شبلی نعمانی

لله الحمد پس از ناخوشی و رنج دراز | شبلی ما بمراد از سرِ بالین برخاست
آنکه نامش بکمالات سمر در گیتی ست | آنکه مشهور در آفاق به شمس العلماست
آنکه گر سر کند افسانهٔ فضل و هنرش | خامه مشکل که بپایان بردش بی کم و کاست
آنکه خوانندش اگر فخرِ زمان خود و بس | گروه باشند عدول اہلِ سخن از رہ راست
بود در صحتِ او علتِ قومی مضمر | لاجرم صحتِ او بهرِ همه قوم شفاست
بسکه او روح دمیده است بتاریخ سلف | هر قدر فخر بدانش بکند قوم رواست

زندہ تا دیر بماناد کہ بر قامتِ کسے / بعد ازو خلعتِ تحقیق نمے آید راست

عیدی شب برات

تعالی اللہ شبے کایزد درین شب / کساں را مقبل و مدبر نماید
اگر اقبال خواہی بندگی کن / کہ حلوا خوردنی را روئے باید

قطعاتِ تاریخ و مختلف مادہ ہائے تاریخ

قطعہ تاریخ طبع دیوان میر مہدی مجروح دہلوی

مجروح آنکہ نامِ سلف زندہ است ازو / ذاتش بود غنیمتِ کبرے درین زماں
دہلی کہ بود کانِ ہنر معدنِ کمال / امروز از کساں نیابی در او نشاں
جمعے کہ داشت سر بفلک از وجودِ شاں / راندند سوئے جنتِ ماوئے یگاں یگاں
و آنانکہ ماندہ اند ازاں جمعِ یادگار / لبیک مے زنند اجل را زباں زباں
غالب برفت نیر و آزردہ رفت و ذوق / مومن برفت و حسرتی و عارف از میاں
رفتند و جائے خود ہمہ خالی گذاشتند / کس برنخاست تا بنشیند بجائے شاں
مجروح ماندہ است ازاں جمع یادگار / یارب بدار از بدِ دوراں نفسش در اماں
کایں عندلیب قصہ ہمی خواند از بہار / ویں گل خبر ہمی دہد از عہدِ گلستاں
دیوانِ او کہ ریختہ را دورِ آخر است / خوش مے سزد صلائے حریفانِ نکتہ داں
کایں مے کہ واگذاشتہ میر و میرزا ست / مے بخشش بہر جگر تشنہ رائگاں

القصہ چاپ گشتہ و ارزاں شد آں متاع　　کاندر ابد بقید عمر خضر بدیں بھیتوں
پرسد اگر کسے ز تو تاریخ حالیا　　گو نظم دلفریب بود سال طبع آں
۱۳ ھ ۱۲

تاریخ بنائے مکان سید عوض علی مرحوم رئیس جارچہ ضلع بلند شہر کہ حسب فرمائش برادر عزیز الوجود سید فیاض حسین مرحوم نوشتہ شد

کرد سید عوض علی تعمیر　　ایں شبستاں بجائے نزہت دل
چوں بہ پایاں رسید ہاتف گفت　　سال ہجریش از ظفر منزل
۱۳۰۷ ھ
پس بجز لفظ بے مثال فزوں　　تا شود سال عیسوی حاصل
۵۸۳ + ۱۳۰۷ = ۱۸۹۰ء

قطعہ تاریخ تعمیر مسجد واقع سونی پت کہ با ہتمام خواجہ محمد علی مرحوم خطیب پانی پت اصل باقی نویس تحصیل سونی پت تعمیر یافتہ

محمد علی آں مددگار حق　　کہ از مال و جان است بر دیں فدا
کمر بستہ بر یاریِ اہلِ دیں　　بہ تعمیر ایں جامع دلکشا
پئے آنکہ زیں عہدہ آید بروں　　کشیدہ بسے ماہ رنج و عنا
دگر جمعے از حق پرستانِ شہر　　دریں کار با او شدہ ہمنوا
چو سالِ بنایش بجستم ز دل　　بگفتا چہ خوش کرد مسجد بنا
۱۳ ھ ۹ ۳

تاریخ وفات محمد ابراہیم جواں مرگ طالب علم بی اے کلاس [illegible] کالج

محمد براہیم چوں ترک جاں گفت　　ز نخل جوانی ثمر بر نخوردہ

بگفتم زروئے الم سال فوتش — بجاں آفریں جان شیریں سپرد

۱۲۹۲ + ۱ = ۱۲۹۳ھ

تاریخ بہ پایان رسیدن بنائے سید مہربان علی مرحوم رئیس گلاؤٹھی ضلع بلند شہر

علی آں سیدِ والا کہ باشد — بنامش مہرباں جزوے ز اجزا

بود با ذاتِ او توام سیادت — چناں کز نام او مہر است پیدا

چو ایں کاشانہ از بنیاد بنہاد — بعہدِ حاکم بیدار و دانا

گروہِ آں فیض گستر کز وجودش — شد ایں معمورہ چوں گلشن سراپا

چنیں گفتش حالی سالِ تعمیر — مکان بے نظیر آباد بادا

۱۲۹۹

تاریخ اورنگ نشینی حضور آصف جاہ نظام الملک سادس میر محبوب علیخاں بہادر فرماں روائے ملک دکن خلد اللہ ملکہ

بہ سالِ فرخ و ماہِ سعید و روز فرخندہ — نظام الملک محبوب علیخاں آصفِ ثانی

بتختِ سلطنت بنشست حالی گفت تاریخش — برائے وے مبارک تاج و اورنگِ جہانبانی

۱۳۰۱

تاریخ رحلت جناب نواب ضیاء الدین احمد خاں صاحب مرحوم دہلوی رئیس لوہارو

دردا کہ ضیاءِ دینِ احمد بربست — رختِ سفر از جہاں کہ جائے الم است

از طاق و ز ایوان و ز بزم و محفل — بگسستہ برحمتِ الٰہی پیوست

۹۲۹ — ۱۱۰ — ۹۸ — ۴۹ — ۹۴ — ۶۹۴

ملہ یہ تاریخ اس طرح نکلتی ہے کہ ۹۲۹ میں سے جو کہ ضیاءِ دینِ احمد کے اعداد ہیں ۳۲۱ جو کہ طاق - ایوان - بزم و محفل (۱۱۰، ۹۸، ۴۹، ۹۴) کے اعداد کا مجموعہ ہے تخرجہ کرکے باقی ۶۰۸ کو ۶۹۴ میں جو کہ رحمت الٰہی کے اعداد ہیں ملانے سے ۱۳۰۲ حاصل ہوتے ہیں اور یہی

تاریخ بنائے مہمان سرائے در موضع مون واقع پنجاب بسال عیسوی

بحر کرم آں وزیر چند کہ باقی ست | نام بزرگاں مون بذل و نوالش
ساختہ منزلگہے چو بہر غریباں | گفتمش گہ بہر غریب آمدہ سالش

تاریخ بنائے باغ در موضع تسہ ضلع مظفر نگر ترتیب دادہ سید فیاض علیخاں رئیس

رئیس نامور فیاض علیخاں | کہ نتواں کرد وصف او ز صد یک
بہ تسہ طرفہ باغے طرح انداخت | کہ در خوبی زند بر خلد چشمک
چو حالی سال ترتیبش ہمے جست | خرد فرمود باغ نو مبارک

قطعہ تاریخ تعمیر چاہ بنا کردہ سید محمد ذکی رئیس سونی پت

بکند چاہ چو سید ذکی بہ سونی پت | ز خاک جوشش بزد آب صافی و شیریں
ندا رسید ز ہاتف بگوش حالی زار | کہ ہست سال بنا چشمہ بہشت بریں

قطعہ بر وفات مولوی چراغ علی مرحوم

آہ آہ از رحلت بے گاہ اعظم یار جنگ | کز میان رہ زہمراہاں عناں پیچید و رفت
حیف دنیا را بہ نخچیر سالگی کرد وداع | بزم ما را بزم ماتم باز گردانید و رفت
مستفیداں بر فکندہ دامن معنی منوز | مشتے از گنجینہ لعل و گہر پاشید و رفت
از سحاب فیض گلکش ناشدہ سیراب خلق | ساعتے برق یمانی از افق تابید و رفت

عقدہا نکشودہ ماند و نکتہ ہا ناگفتہ ماند | بہر جوئے شیر کوہِ بے ستوں کندید و رفت

کرد بے آثارِ خلق اعمالِ سلطانی ادا | نے ز کس رنجیدہ و نے کس را برنجانید و رفت

یاورانِ قوم را تا زیست یاور بود و یار | ہر چہ بتوانست در تائیدِ شاں کوشید و رفت

از دلِ پُر دردِ او گاہے صدائے برنخاست | ہستے چوں بحرِ کاہل در نہاں جوشید و رفت

طبعِ آزادش بہر ملت کہ بینی صلح داشت | در دلِ خویش و دلِ بیگانہ در گنجید و رفت

گر زیک صد سال کس انجامِ او مرگ ست و بس | چوں شرر بر صبحِ دوراں ہمچواں خندید و رفت

قطعہ تاریخ وفات جناب خواجہ کرامت علی صاحب مرحوم جو حافظ محمد یعقوب صاحب مجتبےٰ دی کی فرمایش سے لکھا گیا تھا

شد کرامت علی ز دارِ فنا | ماند خلقے بہ گریہ و زاری

مغفرت و قفۂ روحِ خواجہ کہ او | یافت رحلت بہ سالِ غفاری
۱۲۹۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نثر فارسی

دیباچہ سفرنامہ حکیم ناصر خسرو متضمن سوانح عمری حکیم موصوف کہ بخلاف تذکرہ نگاران پیشین حقائق واقعیہ از سفرنامہ و دیوان شعر او استنباط کردہ بصحت ہرچہ تمامتر نوشتہ شدہ است

صاحب این سفرنامہ حکیم ابو المعین ناصر بن خسرو علوی از شعرائے قدیم خطّہ خراسان است کہ بعلاوہ شاعری در علم و حکمت و فضل و دانش شہرۂ روزگار بودہ ۔ مورخان و تذکرہ نگاران در شرح احوالش راہ تحقیق ناسپردہ و سرہ از ناسرہ باز ندانستہ پردہ ہائے تو بر تو بر چہرۂ مقصود فرو ہشتہ اند ۔ اگر این سفرنامہ و پارۂ از دیوان اشعارش بدست نیفتادے چارہ نبود از انکہ ما نیز بدنبال ایشان دویم و راہ از بیراہہ باز نشناسیم ؎

چندانکہ درین قضیّہ غور کردہ میشود چنان بخاطر میرسد کہ ہیچکس از معاصران حکیم مزبور بتحریر حال وے نپرداختہ و سالہائے فراوان وقائع زندگانی او نانوشتہ ماند ۔ باعث برین بے اعتنائیہا آن تواند بود کہ فقہائے آن زمان از شیعہ و سنیہ چنانکہ عنقریب ذکر کردہ شود ناصر را از فرقۂ اسمٰعیلیہ[1] گمان میکردند و اسمٰعیلیان را بہ لقب ملاحدہ و باطنیہ ملقب میداشتند

[1] اسمٰعیلیہ طائفہ ایست از امامیہ کہ اسمٰعیل بن امام جعفر صادق را بعد آنجناب امام برحق دانند و گویند امام جعفر صادق

پس غالب آنست کہ تا زمانِ ورا از اَحدے از فریقین بسبب تنافرے کہ از تعصب خیزد بنگارش
ترجمۂ حکیم موصوف میل نکردہ باشد۔ اما چون در قرون لاحقہ دیوان اشعار و دیگر تصانیفش در اطراف
ممالک انتشار یافت و معتقدانِ او از حوالیِ کوہستانِ بدخشاں کہ مرقد حکیم در آنجا است فوج
فوج ظاہر شدند آنوقت بود کہ ارباب سِیَر بتفحص اخبار و آثارش پرداختند۔ لاکن ہر رطب
و یابسے کہ یافتند یا از افواہِ عامۂ ناس شنیدند بے تأمل حوالۂ قلم نمودند و افسانہائے کہ
معتقدانِ وے از قبل خود تراشیدہ بر حکیم بستہ بودند آنرا از افاداتِ حکیم دانستند بے آنکہ بر مصنفاتِ
وے عرض کنند و صواب از خطا باز شناسند بنقل و روایتش مبادرت کردند۔ و ازیں جہت
اغتشاشے عظیم در ترجمۂ حکیم سابق الوصف راہ یافتہ و پے بہ سرِ کار بردن بغایت مشکل افتادہ
اگرچہ دریں روزہا چارلس شیفر نام یکے از افاضل اروپا[51] احوالِ ناصر خسرو را در لغتِ فرانسہ
بالبسط ہر چہ تمامتر نوشتہ است اما بسبب اجنبیت زبان فرانسہ کلیۃً نمیتوان گفت کہ چہ قدر
از عہدۂ تحقیق بیرون آمدہ و تا کجا دادِ تنقید[52] دادہ است۔ بناءً علیٰ ذٰلک در ذکرِ احوالش از مقالات
قوم بر ہماں قدر کہ بمنقول قابل جزم[53] است اکتفا خواہد رفت و باقی آنچہ از کلام خودش میتوان
استنباط کرد نوشتہ خواہد شد۔

اول اختلافے کہ کردہ اند در تعیینِ سالِ ولادت اوست۔ حمد اللہ مستوفی قزوینی در
تاریخ گزیدہ سال سیصد و ہشتاد و پنج از ہجرت خاتم النبیین صلعم ضبط کردہ است و مصنف

(بقیہ صفحہ ۵۳) امامت را بدو تفویض داشت مبادا و اسمٰعیل ہیچ زن جز جاریہ را انباز نہ ساخت چنانچہ نبی صلعم با خدیجہ
و علی با فاطمہ رض۔ نیز اسمٰعیل را خاتم الائمہ دانند و بعد ازش امام لاحق کار ندارند و گویند مدار امامت بر ہفت است مانند ہفت روز و
ہفت آسمان و ہفت سیارہ ۱۲ حالی

(صفحہ ہذا) [51] یورپ را معرب کردہ اروپا میگویند ۱۲ [52] تنقید بمعنی نقادی ۱۲ [53] یقین ۱۲

دبستان المذاہب سیصد و پنجاہ و نہ - و صاحب حبیب السیر سیصد و پنجاہ و ہشت معلوم میکند اما این ہر سہ قول مردود است - بلے[1] قول صائب آنست کہ رضا قلیخان در تذکرۂ مجمع الفصحا آوردہ و آں سیصد و نود و چہار است و چارلس شیفر در ترجمۂ فرنساویۂ خویش ہمیں قول اخیر را اختیار کردہ و بقولِ خودِ حکیم تمسک جستہ کہ در بعضے قصائد خویش میفرماید؎

بگذشت ز ہجرت پس سیصد نود و چار بنہاد مرا مادر بر مرکزِ اغبر

نیز قاطبۂ تذکرہ نویسان اصلِ حکیم را از اصفہان معلوم داشتہ اند - اما ہیچ دلیلے کہ مفید جزم باشد ذکر نہ کردہ بل بملاحظاتِ چند میتوان گفت کہ او را آبا عن جدٍ با اصفہان و دیگر بلاد از عراقِ عجم و پارس[2] ہیچ تعلقے نبودہ و اسلاف و بزرگانِ او از عہدِ مامون ابن رشید یا بعبارت دیگر از زمانِ امام علی ابن موسی الرضا کہ جدِّ ہشتم ناصر خسرو بودہ ہمیں در صفحاتِ خراسان سکنے داشتہ اند و معمورۂ بلخ کہ تا زمانِ وے از دار الملک ولایتِ خراسان بودہ است باید مسقط الراس حکیم موصوف باشد چنانکہ خود گفتہ است؎

اے بادِ عصر گر گذری بر دیارِ بلخ بگذر بخانۂ من و آنجا بجوے حال

و ہمچنیں در بسیارے از اشعارِ خود چنانکہ ہر کس را در عالمِ غربت و دوریِ وطن اتفاق افتد بر مفارقت خراسان و اہلِ خراسان دریغ خوردہ است و نیز در سفرنامہ عبارات بسیار است کہ بریں معنی دلالت واضح دارد - بالجملہ سلسلۂ نسبش بہفت واسطہ تا بہ امام ہمام علی ابن موسی الرضا علیہ التحیۃ والثنا کہ در مشہدِ مقدس مدفون و بہ شاہ خراسان معروف است منتہی میشود - بعد از حفظِ قرآنِ مجید کہ

---

[1] ایں تذکرہ از تالیفات امیر الشعرا رضا قلیخان متخلص بہ ہدایت است کہ در سال ۱۲۹۵ ہجری در دار السلطنۃ طہران چھاپ شدہ و دریں ایام بہندوستان رسیدہ است ۱۲

[2] عراقِ عجم و پارس نام دو ولایت از ممالک ایران است و تمامی مملکت ایران را کہ پارس ہمیگویند مجاز است ۱۲ حالی

گویند در سنِ نه سالگی بدان مشرف شده سالهائے دراز بتحصیلِ علومِ متعارفه از معقول و منقول و علومِ غریبه و فنونِ متنوعه از نجوم و رمل و سائر دانشها که در آن روزگار از جملهٔ کمالات شمرده میشد و هیچکس را بدون آنها فرزانه و حکیم نمیخواندند مشغول بود۔ گویند ورائے علومِ دینیه و فنونِ حکمیه که میانِ اهلِ اسلام دائر و سائر بود بر کتبِ مقدسه از توریت و انجیل و مجموعِ صحفِ انبیا نیز اطلاعے تمام داشت حتی اینکه فضلائے یهود و مسیحیه آن کتابها را ازو اخذ میکردند۔ و آنچه از کلامِ خودش در سفرنامه مظنون میشود اینقدر هست که غالباً از لغت و خطِ عبرانی بیخبر نبود چه در ذکرِ فلسطین مضمونِ بعضے کتابها که به خطِ عبری نوشته بودند شرح داده و بیان کرده است مع القصه بعد از رسوخ در کمالاتِ علمی سالها بر تحصیلین درس میگفت و بکشفِ معضلات و فتحِ مغلقات از دقائقِ عقلیه و مسائلِ نقلیه مشغوف بود تا آنکه بتقریبے از بلخ به مرو شاهجهان که امروز مطمحِ نظر دولتِ روسیه است شتافت۔ مرو اگرچه الحال از تاتار مطلق العنان محسوب میشود اما در زمانِ پیشین از بلادِ معتبرهٔ ممالکِ خراسان و پایتخت سلاجقه بوده است در عهدِ سلاطینِ عجم و هم در دولت اسلامیه اکثرے از علما و حکما از اینجا برخاسته اند۔ بالجمله کارِ ناصر خسرو در مرو بالا گرفت۔ از وقت طغرل بیک سلجوقی در نیشاپور و کهین برادرش چغری بیک در مرو بر مسندِ حکومت جا داشتند۔ امیر ناصر را در خدمتِ چغری بیک قربِ اختصاص بهم رسیده در سلکِ پیرانِ دولت منسلک شده و چنانکه خود در سفرنامه میگوید از جملهٔ متصرفان در اموال و اعمالِ سلطانی و متصدیِ مهماتِ دیوانی گشته

از تاریخِ تمدنِ اهلِ اسلام لائح میشود که در قرنهائے پیشین کسانے که بلقبِ فلاسفهٔ اسلام ملقب بوده اند قاطبةً روزگار به ترک و تجرید میگذرانیدند و هرگز تن بخدمتِ ملوک و سلاطین در نمیدادند۔ و اول کسیکه از میانِ ایشان خدمتِ ملوک را اختیار کرد شیخ الرئیس ابو علی ابن سینا بود که غالبِ ایامِ حیاتش در وزارتِ آلِ بویه بسر آمده۔ صاحبِ روضة الصفا مینویسد که

بعد از شیخ الرئیس اکثرے از حکمائے اسلام که ملازمت حکام و ارباب فرمان اختیار کرده‌اند همه اقتدا به شیخ کرده‌اند". از آنجا که اصل شیخ ابوعلی[۵۱] و ناصر خسرو از بلخ بوده است و عروج شیخ به معارج حشمت و جاه که در دولت آل بویه او را دست داده ناصر را در عین شباب[۵۲] مسموع افتاده باشد و نیز ناصر خسرو به جزم و یقین دانسته که اینهمه شهرت و اعتبار شیخ جز به قرب سلاطین هرگز صورت نه بسته لاجرم حکم بتوان کرد که اینهمه اسباب ناصر خسرو را به خدمت آل سلجوق مائل کرده و از گوشهٔ عزلت بدار الملک در کشیده باشد. اگرچه ناصر خسرو چنانکه بعد ازین گفته شود وے بسے زود کشیده که از خدمت جغر بیک آزاد شده دیگر پیرامون آن نگردیده اما برادرش خواجه ابوالفتح عبدالجلیل در عهد طغرل بک و پسرش خواجه معین الدین در زمان ملکشاه سلجوقی تا زمان ممتد ملازم دیوان و معتمد درگاه بوده اند.

علی الجمله تا سال چارصد و سی و هفت هجریه که چهل و دو سال از عمر ناصر خسرو گذشته بود روزگارش در خدمت امیر جغر بیک همبرین منوال بود تا آنکه داعیهٔ سفر حجاز چنانکه در سفرنامه وا نموده است او را از جا برانگیخت و از مشاغل دیوانی بکلی دست شسته تمامت اسباب جاه و حشمت را پدرود گفت و کهین برادر خود ابوسعید و یک غلام را همراه گرفته رحلتے که روداد آن درین سفرنامه رقم کرده اختیار نمود و از بلادِ خراسان و عراقِ عجم و آذربائیجان به آرمینیه رسیده و از آنجا به شام و فلسطین و عراقِ عرب عبور داده در موسمِ حج وارد مکه معظمه شد. بعد ازین بمصر رفت. و قریب سه سال در آنجا اقامت داشت. و در زمانِ اقامتِ مصر دو بار به حج بیت الله و زیارت روضهٔ منورهٔ جناب رسالت مآب شرفها الله تشریفًا از حجاز آمده باز بمصر

---

۵۱ پدر ابوعلی از عمالِ بلخ بود و در ایام سلطنت نوح سامانی بجانب بخارا رفته و ابوعلی هم در آنجا در سنه ۳۷۰ هجری متولد شده. ۱۲

۵۲ ولادت ناصر خسرو بعد از ولادت ابوعلی بیست یک سال بوده و در سالیکه شیخ وفات یافته ناصر خسرو سی و سه ساله بوده. ۱۲ حالی

مراجعت کرد۔ در روضۃ الصفا و حبیب السیر و دبستان المذاہب چنیں نوشتہ اند کہ ہفت سال
در مصر مقیم بود و ہر سال بحج میرفت اما آنچہ در سفرنامہ تصریح رفتہ است تکذیب آں میکند مع القصہ
دراں ایام مستنصر باللہ فاطمی عبیدی کہ مشہور ترین خلفائے فاطمیہ ہست و شصت سال بر اریکۂ
خلافت متمکن بود حکومت مصر را داشت۔ آنچہ از سفرنامہ مستفاد میشود اینقدر ہست کہ حکیم را کہ با
یکے از وزیران سلطنت مصر دوستی پدید آمدہ بود و یک بار بتوسط وے در قصر خلافت رسیدہ عمارتہا
و صفہ ہا و ایوان ہا را مشاہدہ نمودہ است۔ اما ہیچ ذکر آں نکردہ کہ در مجلس امیر المومنین المستنصر باللہ
باریاب شدہ یا نہ ولاکن بشہادت قرائن صادقہ کہ عنقریب بکشف آں میپردازیم بجزم و یقین
میتواں گفت کہ مستنصر او را مراعات بسیار کردہ و تخم محبت یا عقیدت خویش در دلش
نشاندہ بود ٭

بالجملہ در سال چار صد و چہل و یک از مصر بازگشتہ بعد گذاردن حج سویمیں در اطراف
حجاز و یمن بگردید۔ و باز از راہ لحسا و بصرہ و خلیج عجم بہ پارس و از آنجا بحدود خراسان رسید در
سال چار صد و چہل و چار وارد بلخ شد ٭

از دیدن سفرنامہ معلوم میشود کہ حکیم موصوف را در ایاب و ذہاب دو بار از عراق عرب
مرور اتفاق افتادہ اما ہیچ تصریح آں نکردہ کہ در عتبات عالیہ از کربلا و نجف و کاظمین بزیارت
رفتہ یا نہ و ہمچنیں از ہیچ کسیکہ خود را شیفتہ و دلدادۂ خاندان نبوت وانماید استبعادے تمام دارد
غالب آنست کہ دراں ایام زیارت ایں مشاہد متبرکہ از علامات تشیع یا از امارات تفضیل شمردہ
میشد پس اگر کسے از مخلصان عترت رسول مقبول قصد آں صفحات مینمود ہرگز اعلان آں نمیکرد
تا از تیر نواصب متعصب کہ ماحی آثار ولائے اہل بیت بودند محفوظ تواند بود۔ و از انجا است
کہ برادران ما از اہل سنت و جماعت تا امروز با آنکہ بمزارات اولیائے امت منازل بعیدہ

قطع کرده میروند باز اصلاً به سفر عراق عادت ندارند بلکه آنرا از خصائص متشیعین می‌پندارند
مع الحدیث از قراریکه مذکور شد مدتِ سیر و سیاحتش به هفت سال میکشد و چنانکه از سفرنا[مه]
معلوم گردد مسافتِ راه در آمد و شد غیر از آنکه باطراف و جوانب بزیارتها رفته موازی هفت
هزار میل انگلیسی قطع کرده و از انواع مشقت ها و زحمت ها آنچه مقدور هر بشر نباشد تحمل نموده
و چون صعوبت و دشواری راههائے آن صفحات خاصه در روزگار پیشین ملاحظه شود آن همه
زحمت و مشقت یک به ده میشود۔ ازینجا اندازه توان کرد که در قرنهائے اولین چه قسم مردان
اولو العزم و باهمت از ملتِ اسلامیه برخاسته‌اند و چه قدر بر سیر و سیاحت حریص بودند
گویند اهالی مغرب زمین در ممالکِ بعیده سفر کردن و سفرنامه ها نوشتن از مسلمانان آموخته
اند۔ اما این سخن امروز باور نمیتوان کرد۔ چه با اینهمه سهولت ها که در سفر بحر و بر از اختراعاتِ اروپا
هر کس را میسر است قومے در عالم نیست که چون مسلمانان و لاسیما مسلمانانِ هند ملازم خانه و دلدادهٔ
وطن و بیخبر از احوالِ بلاد بوده باشد۔

صاحب روضة الصفا و حبیب السیر چنان وانموده‌اند که امیر ناصر آوازهٔ حسن سیرت
اسمٰعیلیه را شنیده از خراسان بمصر رفته بود۔ اما در سفرنامه هیچ اظهار این قسم خواطر نه کرده۔ ممکن
که از خوف ابنائے زمان سکوت ورزیده باشد۔ زیرا چه کافهٔ اهل سنت و متشیعه فرقهٔ اسمٰعیلیه را
از فرق ضاله مے شمردند و خلفائے مصر را که ائمه ایشان بودند دوست نمیداشتند بلکه تفسیق و
تکفیر ایشان میکردند۔ ازینجاست که ناصر خسرو با آنکه سه سال در مصر اقامت ورزید و اراده
آن داشت که مدت عمر هم در آنجا بسر آرد با اینهمه تمامی سفرنامه اظهار این معنی نه کرده که باعث این
دلبستگیها چه چیز بوده است۔ باید دانست که خلفائے فاطمیین همواره داعیهٔ آن داشتند که
پایهٔ صولت و اقتدار خویش بر ممالک آسیا اندازند و عظمت و بزرگی خلفائے بغداد را از قلوب

اہالی مشرق محو کردہ ایشان را بسوی خویش مائل سازند خاصہ مستنصر باللہ کہ شصت سال متصدی
امر خلافت بود و فرصت این کار بیشتر از خلفای ماضیہ او را دست دادہ بود و ہموارہ از طرف
او گروہی از حبش و دعاۃ درین صفحات می رسیدند تا مردم را بہ روش اسمٰعیلیہ دعوت کنند و حکومت
مصر را در لباس مذہب رونق دہند و عاقبۃ الامر ظہور مساعی مستنصر بتوسط بساسیری[1] در بغداد
و حسن صباح[2] در خراسان آنچنان شدہ کہ ہر کس برای العین مشاہدہ کردہ پس احتمال میرود
کہ ناصر خسرو را بجہت این مقصد عظیم برگزیدہ در مصر طلب داشتہ باشند کہ ہم از روی نسب با خلفای
مصر خویشی داشت و ہم از روی عقیدت شیفتہ و دلدادۂ خاندان نبوت بود و بعلاوہ علم و فضل
بر مہم سلطنت نیز وقوفی بہم رسانیدہ و مدتی در دولت آل سلجوق بہ تکفل مہمات دیوانی بکار بودہ
چنانچہ در بعضی از قصائد خویش کہ روداد سفر بیان کردہ است می فہماند کہ باعث سفر مغرب
جز شوق لقای مستنصر باللہ چیزی دیگر نبود و ما مضمون قصیدۂ مذکور را باید بروجہ تلخیص درینجا
ذکر کنیم کہ خالی از ذوقی نخواہد بود میگوید " سال سیصد و نود و چہار از ہجرت گذشتہ بود کہ مادر مشفق
مرا بر خاک نہاد۔ آنوقت بالندۂ بی شعور مانند رستنی بودم کہ از خاک سیاہ و آب مقطر بر آید
باز از درجۂ نباتی بمرتبۂ حیوانی رسیدم و روزی چند چون مرغک بی پر اینچنین بودم تا آنکہ بحالت
چہارمین رسیدم و ناطقہ در جسم تکدر راہ یافتہ و اثر مردمی ظاہر شدہ۔ چون عمر من بچہل و دو رسید

---

[1] بساسیری غلامی بود از غلامان بہاء الدولہ دیلمی شجاع باہمت کہ باعانت مستنصر تا یک سال قائم بامر اللہ عباسی را محبوس داشتہ و فرمود تا در بغداد خطبہ بنام مستنصر خوانند ۱۲ [2] حسن صباح سرحلقۂ اسمٰعیلیہ مشرق است کہ در اواخر عہد خلافت مستنصر در سنہ [illegible] ہجریہ بمصر رسیدہ مورد عنایات مستنصر شد و بعد از وفات مستنصر در بلاد عجم گردید و مردم را بامامت نزار ابن مستنصر دعوت کرد و خلقی کثیر را بمذہب اسمٰعیلی متمذہب ساخت و قلعۂ الموت و نواحی قہستان بجہت اشاعت مذہب فرستاد و آخر تمامی بلاد رودبار و قہستان و غیر ذلک در حیطۂ تصرف آورد کہ موازی صد و پنجاہ سال حکومت اسمٰعیلیان را آن صفحات در ترقی بود تا آنکہ در سنہ [illegible] بر دست ہلاکو خان نبیرۂ چنگیز خان مغل مستاصل گشت ۱۲ حالی

وخود را از ہر کس بہتر یافتم۔ باخود گفتم البتہ کسے[۵۱] میباید کہ از ہمہ خلق بہتر باشد۔ چوں باز از مرغاں و شتر از بہائم و خرما بُن از درختاں و یاقوت از جواہر یا مانند قرآن از کتابہا و کعبہ از بناہا و دل از اعضائے بدن و خورشید از ستارگاں۔ پس از جائے برخاستم و سفر پیش گرفتم۔ و من بعد از خانہ و گلشن و منظر ہیچ یاد نہ کردم۔ پس حاجت خویش از پارسی و تازی و ترکی و سندی و ہندی و رومی و عبری و فلسفی و مانوی و صابی و دہری درخواستم و بکر سوال کردم۔ بسیار از سنگ بستر و بالیں ساختم و بسیار از ابر خیمہ و چادر کردم۔ گاہے بزمینے رسیدم کہ آب آنجا ہمچو مرہم منجمد بود و گاہے بر سر کوہے بر آمدم کہ از دو پیکر بلند تر بود۔ گاہے مانند شتربان ریسمان در گردن و گاہے مانند استر بار بر پشت ہمچنیں از شہر بہ آں شہر و از ینجا بہ آنجا پرسندہ و جوئندہ ہمی رفتم بعضے گفتند کہ شریعت بہ عقل راست نمے آید زیرا کہ اسلام بہ شمشیر[۵۲] قوت گرفتہ است۔ اما ایں سخن بتقلید ایشاں قبول نکردم و از حجت و برہان قطع نظر نہ نمودم زیرا کہ حق بتقلید میسر نمیشود۔ بارے چوں خدا خواہد کہ درے از رحمت بکشاید ہمہ دشوار یہا آساں گردد۔ آخر بدر شہرے[۵۳] رسیدم کہ آنجا اجرام فلکی بندہ و چاکر و تمامی آفاق مسخر بود۔ صحرائے آنجا مانند دیبا پر نقش و نگار بود و آب آنجا مانند کوثر و عسل صافی بود۔ منازل آں شہر غیر از علم و فضل و صنوبر آں باغ غیر از عقل و خرد نبود۔ شہرے بود کہ حکمائے آنجا ہمہ حریر و دیبا پوشیدند نہ (مانند فقہائے خراساں) بافتۂ پشم بادہ و نرد بر سر میکردند۔ چوں در آں شہر رسیدم خرد بامن گفت کہ بیا و حاجت خود طلب کن و از ینجا مگذر۔ پس من نزدیک پاسبان[۵۴] آں شہر رفتم و راز خویش بگفتم۔ گفت

---

[۵۱] مراد از آں جستجوے امام زمان ہست ۱۲ [۵۲] ایں سخن تعریض ہست بہ سلطنت غزنویہ و سلاجقہ کہ ملک بقہر و استیلا گرفتہ بودند۔ بخلاف علویۂ مصر کہ در عقیدۂ خود کش برحم و انصاف از سائر پادشاہان اسلام امتیاز داشتند ۱۲ [۵۳] مراد از آں شہر ملک مصر است کہ مستنصر باللہ حاکم آنجا بود ۱۲ حالی [۵۴] مراد از پاسبان آں شہر مستنصر باللہ است ۱۲ حالی ؎

اندوہ محور ایں شہر چرخ برین است پُر از اختران بلند بلکہ بہشت است پُر از پیکرہائے دلربا
گفتم کہ مرا نفس ضعیف و نژند شدہ است پس بر درستی تن و سُرخی رنگِ من منگر من دارو
بے حجت و برہان نمیخورم و از درد نمے اندیشم و قولِ منکر نمیشنوم۔ گفت اندوہ مبر کہ من درینجا
طبیبم پس علت خود پیش من مشرح کن۔ من از اول و آخر و علت و معلول و جنس و صنعت
صورت و قادر و تقدیر و مقدر سوال کردم۔ چوں آں مرد دانا ایں سوالہا از من گوش کرد دست
قبول بر سینۂ خویش نہاد (کہ رحمت خدا باد برآں دست و برآں سینہ) و گفت آرے دارو با حجت
و برہان دہم۔ اما مُہرے محکم بر لبت بہ نہم۔ باز بہ شربتے کہ مراد او دو گواہ از انفس و آفاق
حاضر کرد۔ پس من آں دارو را قبول کردم۔ و او مُہرے سخت بر دہانم زد۔ و ہر روز بتدریج
چارۂ کارِ من ہمیکرد۔ تا آنکہ مشتِ خاکِ مرا مانند یاقوت منور ساخت۔ اینک یاقوت منم
و آفتاب من کسے است کہ از فروغِ وے ایں عالم ظلمانی روشن است۔ خوشا شہرے کہ
پاسبانش چناں باشد و خوشا کشتی کہ لنگرش چنیں بود۔ اے آنکہ علم را صورت و
فضل را جسم و حکمت را دل و مردمی را ثمرہ و نازش را افتخار بودہ۔ من کہ با جامۂ پشمیں و کالبدِ لاغر
و گونۂ اصفر پیش و پیش تو ایستادہ ام۔ الحق کہ بعد از حجر الاسود و خاکِ پیمبر جز بر دستِ تو
لب ننہادہ و من بعد تا وقتیکہ زندہ ام و ہر کجا کہ باشم جز بر شکر تو قلم و کاغذ و دوات
نہ رانم"۔

از سیاقتِ بیان ایں قصیدہ چند نتیجہ استنباط میتواں کرد یکے آنکہ فی الواقع
ناصر خسرو آوازۂ حسن سیرت مستنصر باللہ را شنیدہ سفرِ مغرب اختیار کردہ بود۔ و نیز از
طرزِ حکومتِ خراسان و طریق علماے آنجا کراہتے میداشت۔ و احترامِ خویش بہ قدر فضل و کمال
و بزرگی و سیادتِ خود از اہلِ وطن توقع نداشت۔ و سخنانے کہ مستنصر باللہ ہنگامِ ملاقات

براو القا کردہ آنچناں رازہائے سربستہ بود کہ ناصر خسرو کشف آں نمیتوانست کرد و نیز ازیں قصیدہ مستفاد میشود کہ مقصود وے از زیارت مستنصر جز اکتساب سعادت و تحقیق راہ حق و کشف معضلات مذہب و رفع وساوس قلب چیزے دیگر نبود۔ وچوں در سفرنامہ دیدہ میشود کہ حکیم موصوف ہنگام معاودت از مصر بغایت تنگدست بود و در عرض راہ چند جا بمعونت دیگراں محتاج شدہ بضرورت میباید تسلیم کرد کہ مطلب وے ازیں سفر دور و دراز طلب جاہ و دولت نبود و قصائد بسیار کہ در مدح مستنصر باللہ انشا کردہ آنچناں نیست کہ شعرائے متملق و چاپلوس در ستایش اہل دنیا وضع کنند بلکہ از تمامی مدائح وے کہ تا نفس واپسین در حق مستنصر نوشتہ ثابت میشود کہ اورا باکمال صدق و یقین و غایت خلوص ارادت امام مفترض الطاعۃ میدانست۔

بالجملہ سرگذشت حکیم از آنوقت کہ سفر وے بپایاں رسید تا آں زماں کہ مردم خراسان اورا بہ زندقہ و الحاد متہم کردہ بقصد وے برخاستند و از آنجا گریختہ بکوہستان بدخشاں افتاد در پردۂ اختفا است۔ اگرچہ بعضے از ناقلاں نسبت بحکیم چناں نوشتہ اند کہ میتواں گفت بعد از سفر مغرب و جلائے وطن مراد را رودادہ باشد چوں رسیدن بہ بغداد و گیلان و رستمدار و مدتے با علمائے آں دیار بحث کردن و ہنگام مراجعت بصحبت شیخ المشائخ ابوالحسن خرقانی فائز شدن و بردست شیخ بیعت نمودن و چند مدت در خدمت ایشاں روزگار گزرانیدن و امثال ذلک اما ہیچ ازینہا در نظر تحقیق وثوق را نشاید۔ بہرحال منشائے خلاف اہل خراسان را بعضے چنیں نوشتہ اند کہ اورا کتابے ست مسمّٰی بہ روشنائی نامہ کہ از آفرینش عالم و حقیقت روح و اسرار تکوین دراں کتاب سخن راندہ است و حرفہا سرودہ کہ بر زندقہ و الحاد قائل دلالت دارد و ازیں سبب خلقے برخلاف او کمر بستند۔ وچوں دیوان اورا ملاحظہ میکنیم

ہم چیزہائے بسیار ازیں قسم میابیم۔ یکجا از حشر جسمانی استبعاد میکند و جائے دیگر بر وضع
کائنات خُردہ میگیرد۔ وہمچنیں ہر گونہ وساوس خطرات کہ بخاطرش میگذرد باکمال بے باکی
و آزادی حوالۂ قلم میسازد۔ اما اینہمہ چیزہا نمے بایست سبب انکارِ مردم شود۔ چہ سُنّتِ مستمرۂ
شعرائے ایران زمین است کہ غالب اوقات برخلافِ قانونِ شرع نغمہ ہائے خارج آہنگ
سرایندہ باشند و اہل خدا شوخیہا کنند۔ ولے چوں اکثر اقوال ایشاں نہ از عالم حال باشد اہلِ شرع
حمل بر ہزل کنند و بحکم یَقُوْلُوْنَ مَالَا یَفْعَلُوْنَ۔ ایشاں را معذور دارند۔ بعضے دیگر گفتہ اند
کہ او از علومِ غریبہ و تناسخ سخن میگفت و مقالاتِ او از فہم علمائے زماں بلند تر واقع شدہ لاجرم
در طبائع خاص و عام از وے وحشتے پدید آمد و قصدِ او کردند۔ پس از خراسان سفر کردہ بجانب بلخ رفت
و آنجا نیز متواری بود تا آخر بکوہستانِ بدخشاں افتاد۔ ایں سخن چنداں کہ غور کردہ شود ہیچ
استبعادے ندارد۔ چہ در طبقہ از طبقاتِ اسلام جمعے کہ خلافِ جمہور حرفے بر زبان آوردند
از دستِ فقہائے زماں چہ جفاہا کہ نکشیدند و چہ بلاہا کہ ندیدند۔ اما ورائے ایں ہمہ اسباب
سببے دیگر بود کہ سائر اہل خراسان را از جا در آورد۔ خاوندشاہ در روضۃ الصفا بہ تبعیت او
صاحب حبیب السیر و دبستان المذاہب نوشتہ اند کہ "امیر ناصر چوں از مصر مراجعت کردہ
باز بخراسان رسید مردم را بخلافتِ مستنصر و روشِ اسمٰعیلیہ دعوت میکرد۔ اعدا قصدِ وے
کردند۔ خوف و ہراس براو استیلا یافت و در جبلے از جبالِ بدخشاں پنہاں گشتہ بست سال
بر آب و گیاہ قناعت نمود۔" ہر چند در سفرنامہ دلیلے روشن برینمعنی یافتہ نمیشود۔ اما چنانکہ
بالا ذکر کردہ شد ازینقدر انکار نمیتواں کرد کہ ناصر خسرو رہ آوردے کہ از مصر برائے اہلِ وطن
آورد محبتِ علویۂ مصر بود۔ علی الخصوص از مناقبِ مستنصر باللہ سینہ و دل لبریز داشت
بسے از قصائدِ طوال در مدح وے انشا کردہ و ہم در سفرنامہ عدل و داد او را بیش از بیش ستایش

نموده - و چنانکه از مضمون قصیدهٔ مذکورة الصدر متبادر میشود میباید به دعوت روشِ اسمٰعیلیه و نشرِ مناقبِ ایشان اقدام کرده باشد - و نیز در یک قصیدهٔ فخریّه بدین مطلب اشارے کرده است جائیکه میگوید ؎

از برائے نظیرم کسے در نیابد　　　که برائے آں رہبر نے نظیرم
نه بس فخرم آں که امام زماں را　　　سوئے عاقلانِ خراسان سفیرم

پس علمائے خراسان و ماوراء النهر که با خلفائے بغداد غایتِ عصبیت داشتند و علویّهٔ مصر را غاصب خلافت و ضال مُضل مے شمردند لابد ایں صدائے غریب را گوش کرده با حکیم در آویخته باشند و اهالی مُلک و وُلاةِ عهد را بخلافِ وے برانگیخته - حکیم نیز در بعضے اشعارِ خود دشمنیِ اهل خراسان را بر دوستیِ اهل بیت بنا نهاده است جائیکه میگوید ؎

گرچه مرا اصل خراسانی است　　　از پسِ پیری و مهی و سری
دوستیِ عترت و خانِ رسول　　　کرد مرا یمگی و مازندری

راس و رئیس مدعیانِ حکیم یکے مفتیِ خراسان بود حنفی المذهب و دیگر حاکمِ بلخ که در اکثرے از اشعارِ وے روئے شکایت با ایشان است و قصائد بسیار که درین خصوص گفته است دلالت دارد بر اینکه تا آخرِ عمر از دوریِ وطن و جورِ اهالیِ وطن مینالید و شب و روز فریاد و زاری میکرد - در بعضے اشعارِ خود با ولایتِ خراسان خطاب کرده میگوید که "اے خراسان اگر حال تو بے من مبارک و میمون است بارے احوالِ من بے تو دگرگون است - مرا فرومایگان که از نمازِ خویش ساهون باشند از خانماں براندند - همانا که ایزد تعالیٰ بشامتِ ایں فرومایگاں خشمِ خود بر خراسان باریده است که او باشے چند بے خان و ماں امروز در آنجا خان و خاتون شده اند - آرے دنیا بهشتِ کافر و زندانِ مومن است و ازینجاست که تو اے حاکمِ بلخ، در بلخ چوں بهشتی و من در یمگان محبوس و مسجون مانده ام

تو از جہل در ملک ہمچو فرعونی و من از علم در زندان مانندهٔ ذوالنونم" و نیز میگوید "اگر اکنون فلک
رام من نیست ہیچ غم نباشد کہ مدتہا رام من بوده است ۔ اگر تن من از گلشن درست گو مباش
چرا کہ از دل پر حکمت در گلشنم ۔ مرا بر گرسنگی صبر کردن خوشتر از آن ہست کہ طعام از دست فرومایگان
دریابم ۔ اکنون برآں سرم کہ ازیں چادر زشتی و ژرف کہ مرا از دنیا باشد بالا روم و سوی بہشت
عدن یکے نردبانے برنہم کہ یک پایہ از صلوٰۃ و پایہ دیگر از صیام داشتہ باشد ہرچند مرا در پیشگاہ
ملوک و مجلس سلاطین امید بود ۔ اما اکنون از گردش روزگار چیزے دیگر گشتہ ام کہ گوئی خود
آن آب و گل نہ ام کہ پیش ازیں داشتم ۔ چوں فلک با من اینگونہ بازیہا کرده است بنابران
از جفائے او دل پر از کین دارم ۔ و برآں سرم کہ از و کین خود بکشم و امید وارم کہ مستنصر باللہ از خدا
بر اولیائے شیاطینم نصرت دہد ۔ و آں زمانہ بیوفائی پیشین من باز پیش من بنده شود ۔ و فردا
بفر دولت مستنصر مجلس جز در کنار جوزا نیابم" و دیگر ازیں نوع گلہ ہائے دردمندانہ در دیوان
اشعارش بسیار است چنیں بنماید کہ عقیدت مستنصر باللہ و دوستی کہ در نشر فضائل و محامدے
داشت بر حبّ جاه و دنیا طلبی او غالب آمده بود ۔ چہ با آنکہ علمائے بر خلاف او کمر بستہ قصد ہلاک
او کردند و از خان و مانش براندند و جاه و اعتباریکہ در دولت عہد داشت بکلی از دست داده بود
باز تا دم آخریں ازیں ترانہ و لحن خاموش نشده ۔ اگرچہ آن ہمہ جد و جہد او در ایام حیات وے
کارے از پیش نبرده و در بادی النظر ثمره برآں مترتب نشده اما در نظر راسم آتشے را کہ بعد از
وفات وے بسعی حسن صباح از ممالک خراسان سر بر زده و تا مدت صد سال از پا ننشست
اثر ہماں اخگر افسرده باید پنداشت کہ ناصر خسرو در دلہائے مردم نہان گذاشتہ بود ۔

مع القصہ بعد از آنکہ اہالی وطن با او مخالفت ورزیدند از خراسان گریختہ بہ یمگان
کہ از اعمال بدخشاں ہست رفت و خود را بدان نسبت یمگی گفتہ است شتافت و سالیان دراز تا نفس

دراسپین همہ را آنجا بودہ. بعد از وفات ہم در آنجا مدفون گشت. گویند مردم آن نواحی با حکیم اعتقاد
زیادہ دارند و مرقد او را تعظیم و احترام بسیار میکنند. بعضے او را سلطان می نویسند و بعضے
شاہ و بعضے امیر و حکیم۔ در بارہ مذہب و اعتقاد وے اقوال مختلفہ رقم کردہ اند. رضا قلیخان در
مجمع الفصحاء او را بمذہب حق گفتہ است کہ پیش وے منحصر در طریقہ اثنا عشریہ است. اما این
سخن خیلے بیش نیست. در سفرنامہ ہر جا کہ شیعیان را ذکر کردہ است چنان می نماید کہ ازین طائفہ
اجنبیت تمام دارد. یکجا در ذکر بعضے مواضع شام میگوید: "قبر ابی ہریرہ آنجاست بیرون شہر
در جانب قبلہ اما کسے آنجا بزیارت نتواند رفتن کہ مردم آنجا ہمہ شیعہ باشند. و چون کسے آنجا
بزیارت رود کودکان غوغا کنند و غلبہ بسر آنکس برند و زحمت دہند و سنگ اندازند. ازین سبب
من نتوانستم زیارت آن کردن" و چارلس شیفر در ترجمہ فرنسیہ خویش چند بیت از حکیم متضمن
انکار حشر جسمانی و جواب آن از محقق طوسی نقل کردہ است و از جوابے کہ محقق نوشتہ پیداست
کہ او حکیم ناصر را از مومنین صادقین نمیدانست و آن ابیات این است (ناصر خسرو)

مردکے را بدشت گرگ درید — زو بخوردند کرگس و زاغان
این یکے رید بر سر کہسار — واں دگر رید در بن چاہاں
اینچنیں کس بحشر زندہ شود — تیز در ریش مردک ناداں

(محقق طوسی)

این چنیں کس بحشر زندہ شود — گر نماید عنصرش جز جز
زاں بیں باز نیست مشکل تر — تیز در ریش ناصر خسرو

اما اینقدر البتہ قابل تسلیم است کہ پسرش خواجہ معین الدین چنانکہ نور اللہ شوستری در
مجالس المومنین گفتہ مذہب تشیع داشت و با آنکہ در دیوان ملک شاہ سلجوقی ملازم بود. باز تقیہ

نمیکرد و علانیه بطریقهٔ اثنا عشریه سلوک مینمود - ولاکن قاضی موصوف که هیچ صوفی و حکیم را
در مجالس المومنین از خلعتِ تشیع محروم نگذاشته در حق ناصر خسرو هیچ نگفته است -
دولت شاه سمرقندی میگوید "که ناصر خسرو را بعضے عارف و موحد و بعضے دہری و طبیعی گفته
اند - و گویند به تناسخ" - و نیز میگوید که "بصحبت شیخ ابو الحسن خرقانی رح رسیده و تنها بریاضت و
تصفیهٔ باطن مشغول بود" - اما هیچ ازیں سخنان تا به شهادتِ مقرون نباشد قابل وثوق نیست و
صاحبِ روضة الصفا و حبیب السیر او را از اسمٰعیلیه محسوب داشته اند - و صاحب بستان المذاہب
باوجود ایں نسبت او را مدح و ستایش نیز کرده و بغایت مقید امور شرعی وانموده است - و حق
آنست که تا هنگام مراجعت از سفر مغرب بطریقهٔ جمهور اہلِ سنت سلوک داشت و اکثرے از عبارات
سفرنامه برہمیں دلالت میکند - جناب عائشه صدیقه و عمر فاروق را به آدابیکه شعارِ سنیان است
نام برده است و سائر مناسک حج بر وفق مذہب اہل سنت بیان نموده و در بعضے از اشعارِ او دیده
ام که حضرتِ صدیق و فاروق و ذی النورین را بصدق و عدل و حیا ستوده است - اما شک نیست
که در زمانِ اقامتِ مصر که سه سال طول کشید و با مردم اسمٰعیلیه معاشرت و مصاحبت اتفاق
افتاده انقلابے عظیم در خواطر و افکارش راه یافته - و اگر ہیچ نگوئیم اینقدر خود میباید تسلیم کنیم که روش
اسمٰعیلیه را بدیده انست و خلافتِ فاطمیین را در برابر خلافت عباسیه به استحقاق نزدیکتر
مے پنداشت و علی مرتضیٰ را بر خلفائے ثلثه تفضیل میداد و ائمهٔ اہلِ بیت را سرچشمهٔ علم باطن
و خازن اسرار شریعت میدانست و نیز متمذہب بمذہبے از ائمهٔ مجتهدین نبود - و تقلید و
اہلِ تقلید را جابجا در اشعارِ خود نکوہش کرده و بعلاوه آں بعضے از معتقداتِ خاصهٔ اسمٰعیلیان
نیز از کلامش مستفاد میشود مانند قول به نفس کلی که آنرا مصدرِ کائنات دانند و دریں عقیده
از سائر فرقِ اسلامیه متفرد اند که ایں اصل الاصول عقائدِ ایشان است و ناصر خسرو در بیاب

چناں فرمودہ است ؎

ترا نفسِ کلی چو بشناسی او را ... نگہ دارد از جہل و عصیان و نسیان
کل از نفس کل یافتست آں عنایت ... کہ تو خویش ہش گشتہ زان شادماں
زر و سیم و گوہر شد ارکانِ عالم ... چو پیوستہ شد نفس کلی بارکاں

دیگر چیزہاے بسیار ازیں نوع در دیوانِ اشعارش میتواں یافت اما چنانکہ اہلِ خراسان گمان کردند ہرگز از منہج قویم اسلام تجاوز نہ کردہ و بر اصولِ اسلام از توحید و رسالت و معاد تا دم واپسین ثابت قدم بودہ۔ چنانکہ میفرماید ؎

بنالم بتو اے قدیم قدیر ... ز اہلِ خراسان صغیر و کبیر
چہ کردم کہ از من رمیدہ شدند ... ہمہ خویش و بیگانہ بر خیر خیر
مقرم بفرمانِ پیغمبرست ... نہ انباز گفتم ترا نے نظیر
بہ اُمت رسانید پیغام تو ... محمدؐ رسولت بشیر و نذیر
نیاورد قرآں بہ پیغمبرت ... مگر جبرئیل آں مبارک سفیر
مقرم بمرگ و بحشر و حساب ... کتابت ز بر دارم اندر ضمیر

این است خلاصۂ آنچہ متعلق بہ مذہب عقیدۂ حکیم از کلامِ خودش مستفاد میشود۔ و در مثنوی مظہر العجائب کہ منسوب بہ شیخ عطار است قدس سرہٗ فضائل و مقامات وے آنچناں مذکور شدہ کہ میبایدا او را در زمرۂ عرفا و واصلین منسلک دارند۔ اما چوں در تذکرۃ الاولیا کہ از مصنفات معتبرۂ حضرت شیخ است اشعارے بذکرِ حکیم نرفتہ۔ گمان میرود کہ مثنوی مذکور از ملحقات باشد چہ معتقدانِ ناصر خسرو ازیں قسم سخنان در حق وے بسیار تراشیدہ اند۔ زکریا ابن محمود قزوینی در جغرافیۂ خود کہ آثار البلاد و اخبار العباد نام دارد در بارۂ او چناں نوشتہ است کہ در عہد حکومت

حسام الدین ابوالمؤید ابن نعمان حاکم بلخ چون مردم ازو منحرف شدند بجانب یمگان شتافت و
در آنجا بنیروے دستگاہے کہ در علوم غریبہ و تسخیر روحانیات داشت قلعہ ہائے منیع و ایوان ہائے
رفیع برپا کرد" ہمچنیں در ندامت نامہ کہ بحکیم نسبت کردہ اند۔ و حاجی لطف علیخاں آذر جامع
تذکرۂ آتشکدہ و بعضے دیگر تذکرہ نگاران در ترجمۂ حکیم آنرا از اول تا آخر نقل نمودہ اند۔ ازیں نوع
داستانہائے بے سروبن بسیار است کہ ہیچ با عقل و عادت و تاریخ و جغرافیہ آشتی ندارد۔ و در جاہائے
بسیار منافی قول حکیم است۔ مثل آنکہ در مصر و بغداد و گیلان و بدخشاں ہر جا کہ رفتہ علی الفور بوزارت
اختصاص یافتہ و بر جمیع امور مالی و ملکی متصرف گشتہ۔ چہ ازیں قسم اتفاقات بعلاوۂ آنکہ سفرنامہ
تکذیب آں میکند۔ خلاف عادت روزگار نیز باشد۔ یا آنکہ روحانیاں را تسخیر کردہ بہر کاریکہ
میخواست مامور میداشت و آنہا در طرفۃ العین آں کار را بانجام مے رسانیدند حتی اینکہ یکجا
مریخ از آسمان فرود آمدہ برحسب خواہش حکیم سیصد نفر را بقتل در آورد۔ یا مانند رسیدن حکیم
از مصر ببغداد در عہد القادر باللہ کہ با تاریخ مباینت کلی دارد۔ چہ وفات خلیفۂ موصوف در سال
چار صد و بست و دو و مراجعت ناصر از مصر در سال چار صد و چہل و یک اتفاق افتادہ۔ یا آنکہ
در بعضے از مجالس عراق فاریابی را در بحث حشر و نشر الزام صریح دادہ بود و حالانکہ تاریخ ازیں معنی
ابا میکند۔ زیرا کہ ہیچکس از مشاہیر اسلام غیر از ظہیر الدین شاعر کہ مادح قزل ارسلان است بلقب
فاریابی شہرت نداشتہ و او اصلاً معاصر ناصر خسرو نبودہ۔ چہ وفات او بعد از وفات ناصر خسرو
بیک صد و ہفدہ سال واقع شدہ است و اگر گویند کہ مراد از فاریابی حکیم ابونصر فارابی است پس
غلطی آں ظاہر تر است زیرا کہ ابونصر در اوائل مائۃ رابعہ از دنیا رحلت کردہ و ناصر خسرو در اواخر
قرن مذکور خلعت ہستی پوشیدہ۔ پس معاصرت چگونہ صورت بندد و با قطع نظر ازاں اصل ابونصر از
فاراب است نہ از فاریاب۔ یا آنکہ روحانیے را چوں براہلاک پادشاہ ملاحدہ در گیلان برگماشت

وحال او متغیر گشته مشرف بر ہلاک شد خواست تا بحیلۂ از گیلان بیروں رود و پس از پسر ملک رخصت طلبید تا گیاہیکہ آں مرض را علاج بود و در صحرائے دمشق یافت میشد در دمشق رفتہ برائے ملک بیارد و حال آنکہ مسافت درمیانہ گیلان و دمشق کمتر از ہزار و پانصد میل انگلیسی نخواہد بود۔ بعلاوہ ایں ہمہ تُرہات و اباطیل وجود ملاحدہ در ایران چنانکہ در رسالۂ مذکور تصریح رفتہ است ہرگز در عہد ناصر خسرو نبودہ۔ چہ حکومت اسمٰعیلیۂ مشرق کہ بعد بملاحدہ و باطنیہ موسوم گشتند در ممالک ایران در سال چارصد و ہشتاد و چار بوجود آمدہ است و آنوقت بر وفاتِ ناصر خسرو سہ سال گذشتہ بود۔ و اما تسمیۂ ایشاں باسم ملاحدہ پس در اواخر قرنِ سادس واقع شدہ۔ ہمچنیں چیزہائے بسیار دریں رسالہ آنچناں ہست کہ در نظرِ تحقیق ہیچ بے نمے ارزد۔ صاحبِ بستان المذاہب در حق ایں رسالہ میگوید کہ بعضے از جہّال ندامت نامہ از روئے باب معاشرت با اسمٰعیلیہ الموتیہ[1] ساختہ اند و حال آنکہ او تابعِ اسمٰعیلیۂ مغرب ہست با الموتیہ موافقت و مصاحبت نداشت ایں ست آنچہ در بابِ ناصر از اسمٰعیلیہ شنودہ و در کتبِ تواریخ دیدہ شد۔

غالب آنست کہ بعد از وفاتِ حکیم بعضے معتقدانِ او چوں دیدند کہ فقہائے زمان اورا بہ زندقہ و الحاد متہم دانند۔ بہ نیکی از و یاد نہ کنند۔ آنوقت ایں افسانہائے بے سر و بن وضع کردہ باشند۔ چہ اکثرے از مقامات کہ در ندامت نامۂ مذکور تمہید یافتہ برائے ساحتِ حکیم از الزاماتِ علماء و فقہائے آں زمان میکند و چوں عادتِ پیشینیان آں بود کہ ہر کرا برگزیدۂ درگاہِ الٰہی وا مینمودند ہمیں بر ذکرِ صلاح و تقوٰے و صدق و عدالتش قانع نمیشدند۔ بل بہ امور یکہ فوق العقل و العادۃ باشد نیز متصف میساختند۔ لاجرم قصہ ہائے شگرف و افسانہائے غریب در آں میانہ درج نمودند۔ اما با آنہمہ خرابی ہا کہ مذکور شد بعضے از وقائعِ صحیحہ متعلق بہ سیرتِ حکیم ازیں رسالہ

[1] الموت نام قلعۂ ایست در خراسان کہ ابتدائے تسلط اسمٰعیلیۂ مشرق از آنجا شدہ و ازیں سبب اسمٰعیلیان ایران الموتیہ خوانند ۱۲ حالی

استخراج میتوان کرد۔ ازانجملہ یکے نوشتن تفسیر بر قرآن مجید است موافق اصول مذہب اسمٰعیلیہ اگرچہ از رسالۂ مذکور سبب ارتکاب این فعل چناں معلوم میشود کہ چوں در قلمرو ملاحدہ رسید و ایشاں براو دست یافتند بادشاہ ملاحدہ او را بریں کار مجبور ساخت و درصورت امتناع بقتل تہدید کرد پس بخوف تلف نفس رخصت شرع بر نوشتن آں اقدام نمود۔ اما چنانکہ بالا ذکر کردیم آنوقت طائفہ ملاحدہ در مشرق زمین ہیچ وجودے نداشت پس معلوم شد کہ تفسیر مذکور در حالت اختیار نہ از روئے اضطرار نوشتہ بود و مدتہا بنام ناصر خسرو اشتہار داشتہ ورنہ کسے را کہ در صدد ابراے نفس حکیم از طعن اسمٰعیلیت باشد چہ ضرور بود کہ تفسیر مذکور را باو نسبت میکرد۔

اکنوں باز بر سر سخن رویم۔ در تاریخ وفات حکیم نیز مانند سال ولادت او اختلاف کردہ اند دولت شاہ سمرقندی میگوید۔ در سال چارصد و سی و یک اتفاق افتادہ اما سفرنامۂ وے بہ بطلان آں گواہی میدہد۔ چہ سفر مغرب خود درسال مزبور واقع نشدہ بود۔ تا بسفر آخرت چہ رسد و طامس ولیم بیل در مفتاح التواریخ ۴۸۱ھ چارصد و ہشتاد و یک نوشتہ است۔ این قول نیز چوں قول سابق درست نیست چہ بریں تقدیر لازم مے آید کہ مدت حیات او زائد بر چہل و ہفت سال نباشد و لاکن قصیدۂ کہ در شصت و دو سالگی گفتہ در دیوان اشعارش یافتہ ایم۔ و این دو بیت ازانجا نقل میشود ؎

گر تنم از گلشن دور است من | از دل پر حکمت در گلشنم
شصت و دو سال است کہ کو بہ ہے | روز و شباں گرد و ن رہا دنم

صاحب حبیب السیر میگوید کہ ایام حیات ناصر بعقیدۂ صاحب تاریخ گزیدہ از صد سال متجاوز بودہ و صاحب مجمع الفصحا گفتہ کہ یک صد و چہل سال عمر یافت و در ۴۳۱ھ بعالم باقی شتافت و با شیخ الرئیس ابو نصر ملاقات و مقالات نمودہ۔ اما اینہمہ اقوال از پیرایۂ صحت عاری و از زیور تحقیق

باطل است و صحیح ترین اقوال آنست کہ حاجی خلیفہ در تقویم التواریخ نوشتہ در آں سال چار صد و
ہشتاد و یک از ہجرت خاتم الانبیا است (علیہ التحیۃ والثناء) و نیز ازیں کتاب معلوم میشود کہ
وفاتِ حکیم ناصر خسرو و رحلت جناب شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری ہروی در یک سال واقع
شدہ و بریں تقدیر عمرِ حکیم ہشتاد و ہفت سال بر مے آید۔

از مصنفاتِ حکیم یکے روشنائی نامہ در نظم و دیگر کنز الحقائق در نثر شہرت دارد، اما چنانکہ
ملاحظہ میکنیم او را غیر ازیں نیز تصنیفات بسیار است از انجملہ یکے کتاب الندامۃ فی زاد القیامۃ
در لغتِ تازی است کہ چارلس شیفر در ترجمہ خود ذکر آں میکند و میگوید کہ "ناصر خسرو در ایں کتاب
اظہار ندامت و انفعال از زلات و خطایاے خود کردہ است و در بادی النظر چناں مینماید کہ بنیادِ
آں بر خیالاتِ بحث افکارِ لاطائل است اما اگر بغور دیدہ شود بعضے افاداتِ جلیلہ واقعیہ نیز از آں
استنباط میتواں کرد۔ و میر منتقی کاشی آنرا از تازی بہ پارسی ترجمہ کردہ است۔" و صاحبِ سلم السموات
از جملہ کتابہاے او در نظم کتابے موسوم بہ سعادت نامہ نشان دادہ است۔ دیگر احوال ایں کتاب
ہیچ ننوشتہ۔ و در ضمن رسالہ کہ سخن در تغلیط آں بالا گذشت۔ مصنفاتِ عدیدہ با حکیم نسبت کردہ
شدہ است چوں کتاب مستوفی در فقہ و زاد المسافرین در معقولات و قانون اعظم و دستور الاعظم
و تفسیر قرآن مجید و امثال ذلک۔ اگرچہ مضمون ایں رسالہ اصلا قابلِ التفات نیست اما غالب
آنست کہ مردم آں وقت ایں کتابہا را از افاداتِ حکیم میدانستند ورنہ نسبت چیزے کہ وجود
نباشد با حکیمے کہ علما منکر او باشند چگونہ صورت مے بست۔ و حکیم نیز بر بعضے ازیں کتابہا
در شعر افتخار کردہ است۔ چنانچہ میفرماید؎

ز تصنیفاتِ من زاد المسافر — کہ معقولات را اصل است قانون
اگر بر خاکِ افلاطوں بخوانند — ثنا خوانند مر خاکِ فلاطون

دیگر از افادات وے ایں سفرنامہ ہست کہ در دست داریم و الحق کہ بسیار مستحق
مدح و ستایش ہست۔ سادگی الفاظ و راستی بیان کہ دریں سفرنامہ دیدہ میشود گواہ اینمعنی
ہست کہ صنعتہائے بیہودہ و مبالغہ ہائے دور از کار کہ من بعد در منشآت ایران بکلی راہ یافتہ
تا قرن خامس ہیچ وجودے نداشت۔ در تمامی سفرنامہ کمتر واقعہ برخلاف عقل و عادت ذکر
کردہ است۔ و اگر چیزے ازیں قبیل مسموع افتادہ بضرورت روایت کردہ عہدۂ آں بر راوی
گذاشتہ است۔ در ذکر وادی جہنم کہ در فلسطین است میگوید "مردم عوام چنیں گویند ہر کس
بسر آں وادی شود آواز دوزخیاں شنود کہ صدا از آنجا برمے آید۔ من آنجا شدم اما چیزے
نشنیدم"۔ و در آخر سفرنامہ چناں تصریح کردہ است کہ "ایں سرگذشت آنچہ دیدہ بودم
براستی شرح دادم و بعضے کہ بروایت شنیدم اگر در آنجا خلافے باشد خوانندگاں ازیں ضعیف
ندانند۔ و مواخذات و نکوہش نکنند"۔ ہرچند در ہر واقعہ موشگافانہ نظر کردن و باسباب و نتایج
آں وارسیدن و از جملہ مشاہدات حوادث منتجہ را التقاط نمودن و حوادث عقیمہ را از میان
انداختن و از رسوم و عادات اہالی ہر ملک و خصائص ایشاں محققانہ سخن راندن کہ امروز در
روزنامہ ہائے اروپا دیدہ میشود دریں کتاب کمتر است فاما در زمانے کہ ایں روزنامہ رقم
شدہ علم و معرفت مرسوم و دائرۂ بغایت تنگ محدود بودہ و سرمایۂ آنکہ در ہر باب رائے میتواں
زد از آنچہ مشاہدہ رود و باسباب و نتایج آں پے میتواں برد در دست نداشتند۔ پس ہر قدر کہ
از قلم ناصر خسرو دریں زمانہ تراوش یافتہ مزیدے برآں متصور نبود۔ و مع ذلک تا امروز
در زبان پارسی ایں نوع گذارش واقعات و تصویر مشاہدات ہرگز دیدہ نشدہ۔ بالجملہ ایں
سفرنامہ نیز مانند سائر تصنیفات حکیم دریں ممالک ندرتے تمام داشت و دریں جزو زمان جز
در کتابخانہ سرآمد مورخان روزگار جناب مستطاب نواب ضیاء الدین احمد خاں بہادر

دہلوی رئیس لوہارو ہیچ جا دیدہ نشدہ - اما در سال ہزار و ہشتصد و ہشتاد و یک مسیحی چارلس شیفر نام یکے از افاضل اروپا بتوسط بعضے از شناختگان دولتِ انگلیس آں نسخہ[۱] را از انجا طلب داشتہ و در لغتِ فرانسہ ترجمہ کردہ اصل و ترجمہ ہر دو را در محروسۂ پاریس دارالملکِ فرانسہ طبع ساختہ است چنیں مینماید کہ اکثرے از مورخان و تذکرہ نویسان کہ در مصنفاتِ خود بذکرِ حکیم پرداختہ اند ازیں سفرنامہ بے خبر بودہ اند حتیٰ اینکہ ہیچکس امدادِ عہد طغرل بک و چغر بک نشان نداده و بسیارے از واقعات برخلافِ ایں سفرنامہ نوشتہ اند - و بعضے از ایشاں کہ سفرنامہ را از جملۂ تصنیفاتِ وے شمردہ اند - غالباً آنرا بچشم خود ملاحظہ نکردہ - وانچہ حکیم بخرِ سفرنامہ عزمِ سفرِ مشرق ظاہر نمودہ معلوم نیست کہ از قوت بفعل آمدہ یا نہ - اما از بعضے عبارات ایں سفرنامہ پیدا است کہ در لاہور و ملتان رسیدہ است +

از مطالعۂ ایں کتاب ثابت میشود کہ نویسندۂ آں بہ علم و فضل و تفحص نظر و راستی گفتار و متانتِ بیان و ذوقِ تحقیق موصوف بودہ و اگرچہ در اوائل حال ہم بتقاضاے سن و ہم بحکم اسباب تنعم عفاف و تقوے کمتر داشت و بر شربِ خمر مواظبت میکرد - فاما در آخر عہد شباب بتوبہ و انابت موفق شدہ ترک حشمت و جاہ گفت و بر دولتِ علم و ذخیرۂ دانش قناعت کردہ و امن از تعلقاتِ روزگار برچید - و برخلافِ مشائخ عہد ما کہ ہمہ در گوشۂ مسجد و زاویۂ خانقاہ سیرِ انفس و آفاق کنند و از کنج عزلت پا بیروں نکشند مردانہ بر سفر بلاد و امصار بمشاہدۂ عجائب قدرتِ آفریدگار کمرِ ہمت بربست +

دیگر مر حکیم موصوف را دو دیوان اشعار است یکے عربی و دیگر پارسی - دیوانِ عربی را صاحب

---

[۱] ایں نسخہ در عہد جلال الدین محمد اکبر بادشاہ بہ کتابت در آمدہ و مدتے در کتابخانۂ خان اعظم مرزا عزیز کوکلتاش محفوظ ماندہ کہ یکجا حاشیہ بقلم خودش ثبت فرمودہ است و آں متعلق بہ تجدید بیت مسجد نبوی است کہ در ۱۰۰۰ھ ہجری واقع شدہ ۱۲ حالی

تذکرۂ مجمع الفصحا، از جملۂ تصنیفاتِ وے شمردہ است و دیوان پارسی کہ مشتمل ست بر چندیں ہزار بیت در ایران چاپ شدہ بین الناس متداول ست۔ و راقم ایں سطور مجموعۂ منتخبے ازاں ہنگام تحریر ایں اوراق از کتابخانہ سابق الوصف بدست آوردہ است۔ وے حجت تخلص میکند احیاناً ناصر و ناصر خسرو نیز بحسب ضرورت در شعر مے آرد۔ غالب اشعارش قصائد و مقطعات ست و سخنش با سخنِ عامۂ شعرا ہیچ نمیماند۔ در یک بیت ندیدہ ام کہ از عشق و جوانی حرفے گفتہ یا ہیچ اہلِ دنیا لبے آلودہ باشد۔ مجموع دیوانش مشتمل بر مناقبِ ذریۂ رسول و لاسیما در حکایۂ مختصراً و مواعظ و حکم و اسرار تکوین و شکایت ابنائے زماں و ذم علمائے ظاہر ست و غالب اشعار در بحورِ غریبۂ قلیلۃ الاستعمال گفتہ۔ اگرچہ عامۂ گفتارش ہمہ حکمت وارد۔ اما بلاغتِ شاعرانہ را با جزالتِ حکیمانہ جمع کردہ۔ و قدرتے کہ بر اداے مطالب عالیہ در نظم داشتہ در نثرِ دیگراں ہم نتواں یافت۔ قدر یسیرے از کلامش درینجا نقل میشود۔

در نکوہش ابنائے روزگار

گوئی مرا کہ چہرۂ دیوانِ آتش ست — دیوانِ ایں زمانہ از گل مخمر اند

جز آدمی نزاد ز آدم دریں جہاں — اینہا ز آدم اند چرا جملگی خر اند

دعوے کنند آنکہ برادر ہم زادہ ایم — چوں نیک بنگری ہمہ شاگردِ آذر اند

خویشی کجا بریم کہ از بہرِ لقمۂ — اینجا برادراں ہمہ خصمِ برادر اند

نہ کافرے بقاعدہ نہ مومنے بشرط — ہمصحبتانِ من نہ مسلماں نہ کافر اند

ہاں تا ازیں گروہ نباشی کہ در جہاں — چوں گاو مے خورند چو گرگاں ہمے چرند

آں سنیاں کہ سیرتِ شاں بغضِ حیدر ست — حقا کہ دشمنانِ ابوبکر و عمر اند

وآنانکہ ہست شاں بہ ابابکر دشمنی	چوں دوست اند چوں ہمگی خصم حیدر اند
گر عاقلی ز ہر دو جماعت سخن مگوے	بگذار شاں بہم کہ نہ افلح[۱] نہ قنبر اند

در وصفِ قلم بطریقِ لغز

آں زرد تن لاغر گل خوار سیہ کار	زرد است و نزار است چنیں باشد گل خوار
ہموارہ سیہ سرش ببرند ازیراک	ہمصورتِ مار است و ببرند سرِ مار
تا سرش نبری نکند میل برفتن	چوں سرش ببری برود زود بگفتار
چوں آتش دود ست سیہ کار ولیکن	ایں ز آب شود زندہ و ز آتش بگدزار
ہر چند کہ زرد است سخنہاش سیاہ است	گرچہ سخن خلق سپید است بہ گفتار
گنگ است چو شد ماندہ و گویا چو رواں گشت	زیرا کہ جدا نیست ز گفتارش رفتار
مرغیست ولیکن عجبے بے پر ازیراک	خوردش ہمہ قار آید و رفتنش بمنقار
مرغے کہ چو در دست جنیبہ بپسندد	در جنبش او عقل ترا مردم ہوشیار
تیریست کہ سوفارش در رفتن پیش است	ہر چند کہ ہر تیر ز پس دارد سوفار
اقرار تو باشد سخنش گرچہ روا نیست	در دیں کہ کسے از کس دیگر کند اقرار
دشوار بود بانگ تو از خانہ بہ دہلیز	آساں بود آوازِ وے از بلخ بہ بلغار
در دست خردمند ہمہ حکمت گوید	جز ژاژ نخاید ہمہ در دست سبکسار
رازِ دلِ من بارے یکسر ہمہ با اوست	زیرا کہ امین است و سخنداں و بے آزار
اے مرکبِ علم و سخن و حکمت لیکن	انگشت خردمند ترا مرکب رہوار

[۱] افلح نام غلام ابوبکر صدیق و قنبر نام غلام علی مرتضیٰ است ۱۲

۹۸۱۱

در پائے تو بسیار بہ از دیبہ رومی ہر چند کہ دیبائے ترا نیست خریدار

در انجامِ کارِ دنیا

ناصرِ خسرو برا ہے میگذشت مست ولا یعقل نہ چون میخوارگاں
دید قبرستان و مبرز رو برو بانگ برزد گفت کاے نظارگاں
(کرد می تا)
نعمتِ دنیا و نعمت خوارہ بیں اینش نعمت اینش نعمت خوارگاں

در موعظت

تمیز و ہوش و فکرت پنداری چون داد ترا خیرہ خیرہ باری
تا کار بندی اینہمہ آلت را در غدر و مکر و حیلہ و طراری
دارا برفت مفلس ازیں عالم با او نرفت ملک و جہانداری
بار وے چون نگاری و دانش نہ گوئی مگر کہ صورتِ دیواری
مردم نزادِ علم بود مردم نہ زیں تن مصوّر دیداری
تا خامشی میانِ خردمندان مردے تمام صورتی و کاری
لیکن گر سخن نشت پدید آید کز جان و دل ضعیفی و بیماری
گوئی کہ از نژادِ بزرگانم گفتاری آدمی تو نہ کرداری
بے فضل کمتری تو ز کنجشکے گرچہ ز پشتِ جعفرِ طیاری

خطاب بہ آسمان

کار و کردار تو اے گنبدِ زنگاری | نہ ہمے بینم جز مکر و ستمگاری
زن بد خو را مانی کہ مرا با تو | سازگاری نہ صواب ست نہ بیزاری
نیستی اہل و سزاوار ستایش را | نہ نکوہش را زیرا کہ نہ مختاری
زینہار اے پسر این گنبدِ گرداں را | جز یکے کارکن و بندہ نہ پنداری
ما خداوندِ ترا خانہ گرفتاریم | گر تو او را فلکا خانہ کرداری
مور و ماہی را بر خاک و بدریا در | نیست پنہاں شدن از روئے بشب تاری
گر ہمے نعمت دائم طلبی آورا | بندگی کن بدرستی و بہ بیداری
ایں یکے جادوِ بیکارِ زبوں گیر ست | چند گردی ز پسِ او بہ سبکساری
سیرتِ زشت نہ اندر خور احرار ست | سیرتِ خوب کو گر تو ز احراری

بخوے خوب چو دیبا و چو عنبر شو
گرچہ در شہر نہ بزازو نہ عطاری

ترجمہ بعضے از مقالات حکمائے اروپا از انگلیسی در پارسی

۱۔ کسیکہ اصلاً بہ گفتار نیاید مانند آنکس کہ ہرگز لب از گفتار نہ بندد۔ خطاب را نشاید۔

۲۔ خودپسنداں را کہ ہیچگاہ جز بہ ستایش خود حرف نمیزنند۔ لب از گفتار نتواں بست۔

۳۔ نکوئی دیگراں را ستودن خود را در نکوئی آنہا شریک نمودن است۔

۴۔ یک سخن طیبت کہ بار بار بر زباں آید اصحاب را ملول سازد۔

۵۔ کسیکہ پیش اصحاب غیر از سرگذشت خود سخن نمیگوید اگرچہ نفس خویش را فربہ میسازد ولاکن اصحاب را جز ملالت نمے افزاید۔

۶۔ کسیکہ عقل ضعیف دارد راست گو نمیتواند شد۔

۷۔ پادشاہاں بزرگاں را بہ صفاتے کہ بدانہا ستایش کردن ایشاں را بگناہاں تحریص دادن است۔

۸۔ جواں کہ رہنمائے جوانے باشد مانند نابینائے است کہ نابینا را راہ نماید محتمل کہ ہر دو از پا درآیند یا بہ چاہ درافتند۔

۹۔ شرطِ دوستی دوست را بر عیبِ او مطلع گردانیدن است نہ از عیبِ خود آگاہ نمودن۔

۱۰۔ کسانیکہ فریب ما خوردہ اند در چشم ما حقیر نمایند۔ چنانکہ با فریبِ دیگراں خوردہ در چشم خود حقیر مے نمائیم۔

۱۱۔ کسے را کہ حالِ او موافقِ خواہشِ او باشد ہر آئینہ خورسند و خوشدل میتواں گفت اما ہوشمند نمیتواں گفت مگر آنکہ خواہشہائے خود را موافقِ حالتِ خود کردہ باشد۔

۱۲۔ کسیکہ از دولت قناعت و سیلت ہیچ ندارد۔ از بہتر رفیق و دمساز محروم است۔

۱۳۔ کسیکہ بر خطاہائے دیگراں نمے بخشاید رخنہ در آں پل مے اندازد کہ خود او را از آں عبور میباید کرد

چہ ہیچکس از خطا معصوم نیست ۔

۱۴۔ ہر کس فرزنداں را در تنگی و عسرت برائے آں میگذارد کہ بعد او پس از مردن او خوشحال و فارغ البال باشند۔ گوئی شاخے سرسبز را قطع مے کند تا شاخِ خشک را سرسبز کردہ باشد۔

۱۵۔ زنہار دوستِ چہارم آنکس نہ شوی کہ پیش از تو سہ کس را دوست گرفتہ ہر سہ را از دست دادہ باشد۔

۱۶۔ عہدِ پیری بشایستہ ترین وجہے بسر بردن جز خاصاں را میسر نیست۔

۱۷۔ بر اکثرے از خطاہائے دوستاں کہ خردہ مے گیریم از برائے آنست کہ آں خطاہا در کارِ ما ہیچ خلل نمے اندازد۔

۱۸۔ حقیقتِ حالِ یک کس بتفصیل دانستن مشکل تر از آں است کہ احوالِ کافۂ ناس باجمال دانستہ باشند۔

۱۹۔ عیبے کہ نتوانی از خود دور کنی در چشم تو جز ہنر ننماید۔

۲۰۔ ہر داعیہ کہ نفس در خاطرِ مردم برمے انگیزد آخر در وقتے از اوقات فرو مے نشیند۔ اما داعیۂ عجب خود پسندی دائما ہمچناں متحرک میباشد۔

۲۱۔ کسانیکہ استخفافِ مال و دولت میکنند بسیارند اما کسیکہ ترکِ مال و دولت بگوید حکم عنقا دارد۔

۲۲۔ در زندگانیِ دنیا بعضے از حوادث چناں واقع میشود کہ تا خود را بہ تکلف احمق ننمائیم نتوانیم از سوءِ عواقبِ آنہا محفوظ باشیم۔

۲۳۔ ستایشِ خلق را سزاوار بودن آسان تر است کہ از مذمتِ ایشاں محفوظ ماندن۔ چہ آں بہ یک فعلِ پسندیدہ حاصل میتواں کرد و ایں جز بہ اجتناب از تمامیِ افعالِ قبیحہ و سائر

اقوال نامرضیہ صورت نبسته اند نسبت ۔

۲۴۔ با ہر کہ دوستی ورزیدی ہموارہ بر دوستی او ثابت قدم باش ۔

۲۵۔ ہیچ فریب بدتر ازاں نیست کہ کسے را امیدوار کردہ باز نا امید گردانی ۔

۲۶۔ ہیچ چیز در چشم مردم خوش تر ازاں نمے نماید کہ کسے ممنون ایشاں باشد ۔ و ہیچ آواز در گوش ایشاں شیریں تر ازآں نمے آید کہ نغمۂ شکر احسان ایشاں سرایند ۔

۲۷۔ معنی خوشامد آنست کہ کسے را بچیزے کہ ندارد موصوف گردانند پس دانا باید بسخن خوشامد گویاں از جا نرود بل بصفاتیکہ بدروغ بروے بستہ اند خود را بحقیقت متصف گرداند

۲۸۔ علمے کہ تحصیل آں واجب است تقلید نیک کرداران ست وبس ۔

۲۹۔ بر دیگراں خردہ گرفتن آسان ست اما بر خردہ گیری دیگراں صبر نمودن دشوار ۔

۳۰۔ رازیکہ با دیگراں درمیان نمے نہی دیگراں را تکلیف اخفائے آں مدہ ۔

۳۱۔ کسیکہ نسبت کبر بدیگرے میکند بیقین داں کہ خود متکبر ست ۔

۳۲۔ چنداں کہ مے بینیم ہیچکس از کبر خالی نمے یابیم ۔ گوئی ایں خصلت چوں اعضائے بدن در ہر کس از بہر آں آفریدہ اند تا بداں وسیلت از ننگ عیبہا کہ دارند متاذی نشوند ۔

ترجمہ تہذیب بعضے از مضامین نفیسہ محاسن الاخلاق مرتبہ جناب خان بہادر شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ مرحوم از اردو در پارسی حالیہ ایران

کبر و خود پسندی

طبع انسانی چنانکہ مائل بہ کبر و خود پسندی است بہ ہیچ یک از خصائل نیست ۔ ایں صفت در ہر کس

برنگِ دیگر جلوہ میکند و ہر جا بشکلے جداگانہ ظہور مینماید۔ تا بحدیکہ گفتہ اند بہ مغرورترین مردم آنست کہ ازین صفت براہت خود میکند۔ و از عجائب خواص انسانی آنست کہ با آنکہ ہیچکس انہ شائبۂ این رذیلت خالی نیست ہر گاہ اثرے ازان در دیگران مشاہدہ میرود بہ ایشان نفرین مے کنند و زبان طعن را ز میسازند و تعجب بر تعجب ظاہر مینمایند۔

بعضے از حکما گفتہ اند کہ "متکبران و خود پسنداں را ہیچکس دوست نمے باشد۔ زیرا کہ دوستی را مساواتِ طرفین شرط است و ایشاں بہ مساوات کس راضی نمے شوند ہمچنین ہیچکس ایشاں را ناصح نمیتواند شد۔ چہ ناصح باید در مرتبہ از مخاطب افضل و برتر باشد و ایشان فضیلت و برتری کس بر خود منظور نیست۔" چنانکہ قیمت اسپ در اصطبل نسبتہ بہ نخاس بیش مینماید ہمچنین مردِ متکبر خود را در نظرِ خویش بہ نسبت آنکہ در چشمِ دیگران ہست بالاتر و گرانقدرتر مے سنجد۔ جز خوشامد گویان چاپلوساں کسے را دوست نمیدارد و با بزرگان عداوت و از خردان نفرت داشتن و ہمسران را حقیر شمردن خاصۂ اوست۔

حکیمے گفتہ است کہ "عاقلان لباس را باندازۂ بدن سازند و متکبران بدن را از خود بزرگ لباس" یعنی آنہا چنانکہ ہستند ہمچناں خود را ظاہر مے کنند و اینہا از انچہ ہستند بزرگتر وانمایند۔ مرد باید گاہ گاہ در اوقات فرصت بحالِ خود پرداختہ مے اندیشیدہ باشد کہ وجود این پیکرِ خاکی کہ مسمّٰے بہ انسان است با این فضائے بے پایان کہ مشتمل بر عوالمِ بے شمار و ہمتا سپہرے زمین در عرصۂ آن ہیچ در حساب است چہ نسبت دارد؟ ہمانا چون گردے و ہوے کہ ہمراہیِ چرخہائے ارابہ بے اختیار در گردش باشد۔ روز و شب و شام و پگاہ بے قصد و ارادہ با ہوائے جوی رقص کناں چیخ زناں میرود و مانند سعد لئے کہ از تارِ طنبور خیزد در پیکر بیکراں پیوستہ ناشناست۔ پس چیزے را کہ حقیقت او انچنین باشد کے میرسد کہ تاج غرور

بر سر نہادہ بر ابنائے جنس خود کہ زود با ایشاں در خاک گور برابر خواہد شد برتری و تفوق جوید
آیا نمیداند کہ او نیز چوں سائر بنی نوع خود بانواع عیب و خطا گرفتار و بغایت مسکنت موصوف است
و عارضہ از عوارض بشری چوں ملال و کلال و خوف و رجا و شادی و غم آنچناں نیست کہ بدو
عارض نشود وقتیکہ بیمار میشود چوں دیگراں بیچارہ و علاجش احتیاج مے افتد و ہرگاہ کہ خواہد مرد
چوں بیچارگاں و مسکیناں زیر خاک پنہاں کردہ خواہد شد۔ چوں صورت بریں منوال است
چیزے لائق تر بہ شانِ او غیر از تواضع و فروتنی و عجز و انکسار نباشد پس آدم خاکی نہاد باید از
کمینگاہ نفس بر حذر باشد کہ بیچارہ را بصد گونہ ریو و رنگ فریفتہ از آنچہ ہست برتر و بزرگتر
در نظرش جلوہ گر میسازد۔ چنانکہ واعظے رہت گفتار را حکایت کنند کہ چوں از وعظ و تذکیر فارغ
شد از بالائے منبر فرود آمد و سامعین بر فصاحت گفتارش صدائے تحسین و آفریں از چار سو
بلند کردند گفت اے عزیزاں دیگر بمدح و ستایش شما حاجت نماندہ است۔ چہ پیش از آنکہ
از منبر فرود آیم شیطان ازیں ترانۂ دلکش ہر دو گوش مرا پُر ساختہ از مدح و ستایش دیگراں بے نیاز
گردانیدہ است۔

شجاعت

کسانے کہ بحکم حرص و حُبِّ جاہ خود را در مہالک و مخاطر افگنند بہ شجاعت و جوانمردی
موصوف نتواں کرد۔ مانندِ آنکہ در کوہستان سفر دور و دراز از بہر آں اختیار کنند کہ بر معدنیات
دست یابند۔ یا اہلِ غیر متمدن را کہ تاب مقاومت با اسلحۂ جہانسوز ایشاں ندارند حلقۂ اطاعت
در گوش و طوقِ غلامی در گردن اندازند۔ ہر آئینہ ایشاں را بجائے آنکہ شجاع و بہادر نام نہند
رہزن و قزاق خواندن اولیٰ تر است۔ چہ شجاع بحقیقت آنکس تواند بود کہ محض نفعِ خلائق
انواع محن و مشاق بر نفس خود گوارا کند و جان عزیز را در مواقع خوف و خطر اندازد۔ ہمیں نوع

جوانمرداں بودہ اند، کہ مجسمہ ہائے ایشاں در صنم خانہ ہا نہادہ اند، و عبادتخانہ ہا بنامِ ایشاں طرح افگندہ اند، و تماثیلِ آنہا را قابلِ پرستش اعتقاد نمودہ ٭٭

مناصب جلیلہ

آنانکہ بمناصبِ جلیلۂ سلطانی فائز میشوند، بحقیقت سہ چیز را بر خود خداوند میسازند. یکے سلطان را کہ آزادیِ نفسِ خویش بدستِ او فروختہ اند و عنانِ اختیارِ خود در قبضۂ اقتدارِ او سپردہ. دویم شہرت و ناموریِ خویش را کہ ہرچہ منافیِ آں باشد زنہار گردِ آں نگردند، و جز بکارے اقدام نکنند کہ مقتضائے شہرت و نام و ننگ تواند بود. سیوم فرائضِ منصبِ خویش را کہ یک لحظہ از فکرِ آنہا نتوانند آزاد شوند. ہمانا طالبِ منصب آزادیِ خود فروختہ بعوضِ آں حکومت بر دیگراں میخرد، و اختیاراتِ خویش از دست دادہ بر دیگراں اختیار حاصل میکند، تا بہ منصبِ مطلوب نمیرسد، انواعِ رنج و تعب نصیبِ او میباشد و چوں بداں فائز مے گردد، آں ہمہ رنج و تعب یک بدہ میشود، و اگر کار بمعزولی کشید پس حیاتش تلخ تر از ممات گشت ٭٭

مدح و ستایش

مدح و ستایشِ عامۂ ناس کہ از صورت بمعنی راہ نبردہ اند، میباید از صدق و راستی بمراحل دور تر باشد، چہ بکنۂ حقیقتِ کمالات پے بُردن و مدارجِ کمالات را از ہم تمیز دادن از حدِ فہمِ ایشاں بالاتر است. پس غالب مدحِ ایشاں بر کمالاتِ درجۂ ادنے از بذل و جود و بر و احسان و مہمان نوازی و لطف و مدارات و امثالِ آنہا مقصور میباشد، و ممکن کہ گاہ

گاہ بر کمالاتِ درجۂ اوسط از شجاعت و استقلال و وفاداری و عصبیت مطلع شدہ دادِ
مدح و ثنا دادہ باشند۔ فامّا کمالاتِ درجۂ اعلیٰ از خلوص و بے غرضی و رقّتِ نوعیّت
و در مصالحِ عامّہ کوشیدن۔ و باصلاحِ مفاسدِ عامّہ پرداختن۔ و در فصلِ خصوماتِ حیف
و میل بکار نبردن۔ و از حمایتِ مدعیانِ باطل اگرچہ دوست باشند ابا نمودن۔ و در پاسداری
حق از مذمّتِ عوام نیندیشیدن و امثال ذلک۔ پس اندازۂ آنہا از سرحدِ فہم و ادراکِ ایشاں
بیروں است۔ لاجرم اگر بالفرض کسے خواہش ہائے ناروا از نصرتِ دوستان پہلو تہی
کند آنرا بے وفا و بے مروّت نام نہند۔ و ہر کہ در محکمۂ قضا بخلافِ آشنائے شہادت
بحق دادہ باشد۔ او را از اراذلِ ناس شمارند۔ ہمچنیں سائر راستبازانِ آزاد منش را بدنام
یاد کنند و ایشان را از تہِ دل بے دین و سنگدل و مکّار و خائن انگارند۔

ہمدریں معنی نیز چنیں گفتہ اند کہ حسن و قبحِ افعالِ مردم موقوف بر نیّتِ ایشاں ست
ہماں یک کار ست کہ اگر از نیّتِ نیک صادر شدہ است آں را کارِ نیک میتواں گفت و اگر
بہ نیّتِ بد صدور یافتہ آں را کارِ بد میتواں شمرد۔ مانند آنکہ یکے از ارتکابِ ظلمے کہ جز
بہ جرأت و ہمّت و زحمت و مشقّت اقدام برآں نتواں کرد۔ تحاشی میکند و پہلو تہی میزند
پس چنانکہ میتواں گفت۔ از جبن و نامردی پیرامونِ آں نمیگردد۔ ہمچنیں میتواں گفت کہ بمقتضائے
عدالتِ جبلّی مرتکبِ جرم نمیشود۔ پس کسانیکہ فضائل و کمالاتِ درجۂ اعلیٰ را نمی توانند اندازہ
بدانند امثالِ ایں امور را ہموارہ بر محملِ بد فرود آرند و نیکوکاران را مستحقِ ذمّ و نفریں شمارند
بلے فضائل و کمالاتِ انسانی بمثابۂ دریا است کہ بر روئے آں غیر از اشیائے کم وزن و خفیف
چوں خس و خاشاک و برگِ کاہ ہیچ نمودار نیست۔ و ہرچہ از اشیائے ثقیل و گرانمند یا خود وارد
جز در قعرِ آں نتواں یافت۔

مشق و مہارت

در طبیعت ہر کس از افراد انسانی استعدادے خاص ودیعت نہادہ اند کہ بہ مشق و مہارت
ترقی مے پذیرد۔ و انسان را در آنچہ مشق و مہارت ورزیدہ است بمرتبۂ کمال میرساند کہ کارہائے
دشوار را بہ سہل ترین وجہے سرانجام تواند کرد۔ رسن بازان و رقاصان و مغنیان کہ در فنون
خود کارہائے عجیب و عملہائے غریب بروئے کار آوردہ تماشائیان را در تعجب مے اندازند نتیجہ
ہمیں مشق و مہارت است۔ کہ ایشان بحکم استعدادات خاصۂ خود بکار بردہ اند۔ ورنہ ہیچ
خاصیتے در ذات ایشان آنچنان نیست کہ تماشائیان و حیرت زدگان کم و بیش در فطرت خودہا
نداشتہ باشند۔

پیدا است کہ در ہر قوم و ملت بعضے از مردم در بذلہ سنجی و خوش نفسی و بعضے در قصہ
گوئی و داستان طرازی۔ و ہمچنیں بعضے در شاعری و بعضے در مصوری و بعضے در فنون دیگر
شہرۂ روزگار و مشار الیہ بالبنان در دیار و امصار میباشند۔ و عامۂ ناس را گمان آنکہ ایشان
از جودت ذہن و روشنی طبع دریں کمالات ید طولیٰ بہم میرسانند۔ اما کسانیکہ بہ قوانین طبیعی
پے بردہ و مجاری احوال را نیکو سنجیدہ اند۔ میدانند کہ منشائے کمالات ایں نام آوراں
جز مشق و مہارت چیزے دیگر نبودہ است۔ آرے ایں قدر ہست کہ استعداد ایں کمالات
کہ در طبائع ایشان ودیعت کردہ بودند۔ ایشان بہ مشق و مہارت آں کمالات را از قوۃ بفعل
آوردند۔ اگر اصل استعداد در جوہر فطرت آنہا راسخ نمیبود۔ ایشان بہ وفق استعدادات خود
توفیق مشق و مہارت در کمالات مزبورہ نمے یافتند۔ زینہار بہ محض جودت ذہن و فطانت کارے
از پیش نمے بردند۔

در فطرت اکثرے از تجارت پیشگان استعداد شاعری بمرتبہ کمال ملاحظہ میثمائیم و در بسیارے از شعرا قابلیت فنِ تجارت بدرجہ غایت مشاہدہ مے کنیم۔ اما نہ آنہا بسبب شغلِ تجارت رشاعری کرشمہ بروئے کار آوردہ اند و نہ اینہا بسبب انہماک در شعر و سخن از ملکہ تجارت حظّے بودہ اند پس امتیاز صریحی کہ درمیانہ حکما و ارباب زراعت یا شعرا و اہلِ تجارت یافتہ میشود منشائے حقیقی آں ہمیں مشق و مہارت است و بس کہ افرادِ یک نوع را از ہم تمیز دادہ بہ خواص مختلفہ و اوصاف متباینہ مخصوص گردانیدہ است۔ ازینجا ست کہ ہر عادتے کہ بہ مشق و مہارت رسوخ بیابد۔ ترکِ آں چوں تبدیل فطرت مستحیل میگردد پس مرد باید کہ از تکرار فعلِ بد بکلی پرہیز کند۔ مبادا آں فعل رفتہ رفتہ منجر بہ عادت گردد و ازالۂ آں از حیطۂ قدرتِ بشری خارج باشد۔

مصیبت و ناکامی

در کارخانۂ عالم از اقبال و ادبار و ذلت و عزت و ناکامی و کامیابی طرفہ تماشا بنظر مے آید۔ یکے را نکبت و ادبار از چارسو آنچناں فرا گرفتہ است کہ ہر چہ میکوشد راہ بجائے نے بَرد و بہر طرف کہ مے شتابد ناکام برمے گردد۔ روز و شب مصائب و آفات چوں ابر بَدِرا برا میبارد۔ و شب دیجور ادبارش ہیچ نوع پایاں نمے پذیرد بخلاف آں دیگرے را بخت و اتفاق چناں ساعد افتادہ است کہ اگر خاک سیاہ را مس میکند طلائے خالص میشود و اگر در شورہ زار تخم مے افشاند۔ زود برگ و بار مے آرد۔ دولتِ بیدار با او عہد یکجہتی بستہ است و طالعِ فرخندہ نردِ وفا باختہ۔

اما از آنجا کہ ظہور اینہمہ آثار مختلفہ و احوال متناقضہ راجع بمشیتِ آں حکیم علام است کہ فعلے از افعال

یا حکمے از احکام او خالی از حکمت نیست۔ پس مرد باید کہ در ہجوم مصائب آلام دامنِ استقلال
از دست نہ دادہ بیقین دانستہ باشد کہ در پردۂ اینہمہ مکروہاتِ ناملائم البتہ حکمتے نہاں
و مصلحتے عظیم مخفی خواہد بود۔ ازینجاست کہ گفتہ اند "ہر کہ بمصیبتے از مصائب گرفتار نشدہ ہمانا
یک روئے دنیا دیدہ از تماشائے روئے دیگر محروم است"۔ ہر آئینہ مسرتِ حقیقی حاصل نمیشود
مگر آنکہ لذتِ غم چشیدہ باشد۔ حکیم سنیکا مر شاگردانِ خود را ہموارہ پندے داد کہ "لذتِ
مصیبت بچشید۔ تا لذتِ عافیت دریابید"۔ چنانچہ گفتہ اند "قدرِ عافیت کسے داند کہ
بمصیبتے گرفتار آید"۔ ہیچ راحت در حقِ انسان خوشتر ازاں نیست کہ بعد جراحت میسر آید
و محنتے کہ براحت انجامد بحقیقت عینِ راحت است۔ کسیکہ در مقابلۂ بلا ثبات نہ ورزیدہ
و بہ صبر و استقلال بر مشکلات غالب نیامدہ و در بوتۂ ابتلا گداختہ نشدہ۔ بر مثالِ طلائے
ہست کہ بر محکِ امتحانش نہ سودہ باشند۔ و ازیں سبب قیمتِ آں مشخص نشدہ باشد۔

مصیبت بحقیقت مدرسہ ایست کہ جملہ قوائے روحانیہ در و تربیت مییابد و انسان
بوسیلۂ آں زشتیِ گناہ و بے ثباتیِ دنیا را برأی العین مشاہدہ میکند۔ اگرچہ بعضے از نکوئیہائے
نمایاں چوں بذلِ جود و عدل و احسان در ایامِ عیش و کامرانی ہم میتواں کرد۔ اما نکوئیہائے
پایندہ و استوار از توکل و قناعت و صبر و استقلال و ہوشمندی و دوربینی جز در حالتِ یاس و
حرماں صورت نمیتواند بست کہ مرد را از خوابِ غفلت بیدار میکند و خیالاتِ دلفریب از
خاطر او بکلی محو ساختہ روئے توجہ بہ قبلۂ مقصودِ عالم و عالمیان منعطف میگرداند و دنیائے
دنی را در نظرش چوں بازیچۂ اطفال خوار و بے قدر میسازد۔ آرے چنانکہ رائحۂ مشک و عود
بہ سوختن و سائیدن نمایاں مے شود ہمچناں نکوئیِ مردم در ہجوم مصائب آشکارا
مے گردد۔

تعلیم

استاد باید ہرگاہ بتعلیم مبتدیاں پردازد۔ از پایۂ خویش کہ در علم و فضل داشتہ باشد تنزل نماید۔ چنانکہ پہلوانے زورمند چوں قواعد کشتی بہ شاگردانِ خرد سال بیاموزد سر نخچیگی و زور آوری را یکسو نہادہ از پایۂ خود آنچناں فروتر آید کہ شاگرداں بدانند یکے از ہمسرانِ ایشاں بہ ایشاں بازی میکند۔ بسا معلماں کہ ہنگامِ درس لی ایں اصل را مطمحِ نظر نمیدارند و از منزلتِ علم خود تنزل نانمودہ سخناں بالاتر از فہمِ متعلماں افادہ میفرمایند۔ در غالبِ احوال سعیِ ایشاں رایگاں میرود و نفعے از درسِ ایشاں بمتعلماں نمیرسد۔ چنانکہ غذائے ناملائمِ طبع پیش از آنکہ جزوِ بدن تواند شد غثیاں آوردہ از معدہ برمے آید۔ ہمچناں درسِ استاد کہ بفہمِ شاگرداں مناسبت ندارد بذہن و حافظۂ ایشاں در نمے سازد۔

علم اخلاق

علمِ اخلاق از سائر علوم بدیں شرف امتیاز دارد کہ قابلیتِ آں در سرشتِ اطفال پیش از قابلیتِ درسِ کتاب حاصل مے شود و تعلیمِ آں در ہر زمان و ہر مکان میتواں کرد۔ خانہ و باغ و مکتب و مجلس و خلوت و جلوت و کنارِ مادر و آغوشِ پدر برائے آں یکساں است۔ ایں علم ہر کس را از کودک و جوان و پیر ہدایت میکند کہ حقوقِ الٰہی بر ذمتِ ہمتِ او کدام ست و حقوقِ بنی نوع و حقوقِ نفسِ خویش کدام؟ مال و دولت را چہ طور بذل تواں کرد؟ و چہ قدر انسان در رفاہِ خلق و چہ قدر در خدمتِ ذوی القربٰی صرف تواں نمود؟ حقیقتِ انسان چہ چیز ست؟ و او از برائے کدام مقصد آفریدہ اند؟ غایتِ علم چیست؟ و کدام چیزہا ست کہ دانستنِ آنہا بر او

واجب است؟ مراد از شجاعت چیست؟ و اعتدال و عدالت چه معنی دارد؟ علوِ همت از
حرص و آز. و غلامی را از اطاعت و آزادی را از اطلاقِ عنان چگونه فرق توان کرد؟ قناعت
که محمود است علاماتِ آن چیست؟ از آلامِ جسمانی و همومِ روحانی تا کجا باید گریخت و از ذلت
و مرگ تا به چه حد تحاشی باید نمود؟ از سختی بلاها چگونه نتوان رست و به چه نوع تحمل آنها میتوان
کرد؟ چگونه خود را باید شناخت؟ و چه طور خوش میتوان زیست و خوش میتوان شد؟

علامتِ تهذیبِ اخلاق در آدمی آنست که شگفته رو و پسندیده خو باشد و از کدورت
خاطر بکلی پاک بود. چنانکه در حوالیِ ماهِ تابان بر روی فلک اثری از گرد و غبار نباشد همه
وقت آثارِ بشاشت از چهرهٔ او هویدا باشد. نفسِ امّاره را در عینِ سرکشی و طغیان نگذارد
از جا رود و زمانهٔ خوف و رجا و ایامِ قحط و وبا به کمالِ استقلال و شادمانی بسر آرد.

تهذیبِ اخلاق برخلاف رای کسانی که آنرا به خار زار و دشوار گذار تمثیل مینمایند
بر مثالِ راهی است که طرفین آن راه از گلهای رنگارنگ و اثمارِ گوناگون و اشجارِ سرسبز
و شاداب و نهرهای روان نمونهٔ بهشتِ برین است و هر که ازین راه میگذرد بادلی شادمان
و خاطری مطمئن بمنزلِ مقصود میرسد. راهی است به نکوئی منهمل که هر یک از کودک
و جوان و پیر و فاسق و معصومش آسان توانند پیمود. رنج و محنت ازین راه بمراحل دور است
و راحت و آرامش در هر قدم مهیا.

علمِ اخلاق بمثابهٔ مادرِ مهربان است که اولادِ خود را از چرکِ آلودگیها پاک میدارد و
پرورش آنها نموده تنومند و قوی بازو میسازد. بر ایشان سخت نمیگیرد و همواره در صدد
آن میباشد که در عروقشان حسن و جمال و صحت و سویتِ ایشان بیفزاید و بهر صورت که
میتواند دلنشین آنها میکند که چگونه از همه محاسن و خوبیها آنچنان منضبط و منظم توانند ساخت

کہ زندگی بر ایشاں وبال نہ گردد۔

پیداست کہ بعضے از اطفال بالطبع از تعلیم اخلاقی متنفر و گریزاں میباشند بحدیکہ یک سخن ہزل را بر صد پند سودمند اختیار میکنند۔ و اگر آواز دف و چنگ بگوش ایشاں بخورد درس و کتاب را بر طاق نسیان گذاشتہ و مکتب را خیرباد گفتہ دیوانہ وار بسوے آں مے شتابند۔ پس لائق تر بحال ایشاں آنست کہ بجاے علم و حکمت صناعتے از صناعات بہ ایشاں بیاموزند۔ زیرا چہ تعلیم اطفال چنانکہ افلاطون گفتہ است باید موافق استعداد ایشاں باشد نہ بر حسب استعداد پدراں و نیاگان ایشاں۔

خودکشی

مرگ را چنانکہ ظاہر ست اسباب بیشمار ست۔ از انجملہ یکے خود را بدست خود کشتن است۔ آدمی را در کشاکش زندگانی اکثرے از نوازل و حوادث چناں پیش مے آید کہ از تحمل آں عاجز آمدہ مرگ را بر زیست اختیار مے کند۔

حکما را در آنکہ خودکشی در حالتے از حالات جائز میشود یا نہ۔ اختلاف ست۔ یکے را از حکما پرسیدند کہ آزادانہ زیستن چگونہ میسر آید؟ گفت از آنکہ مرگ را آساں شمرند۔ چہ کسیکہ از مرگ نمے ترسد از ہیچ رنج و مصیبت باک ندارد۔ گویند پسرے اسیر آمدہ بدست غلامے فروختہ شد۔ آں جفاکار بذلیل ترین خدمتش مامور کرد۔ پسر گفت آیا گمان مے بری کہ ہر کہ ازیں ذلت آساں میتواند رست بہ اطاعت تو مجبور شود؟ ایں بگفت و خود را از کریوۂ بلندے بہ پائیں انداختہ از قید حیات و قید غلامی پاک برست۔ ازینجاست کہ گفتہ اند "مرد آنست کہ زندہ ماند چندانکہ خواہد نہ چندانکہ تواند"۔ و گفتہ اند "منت خداے را کہ کلید مرگ بما

تفویض فرمودہ است تا بداں وسیلت ہرگاہ کہ خواہیم خود را از رنج و بلا وارہانیم۔ و منت ہر واہب منت را کہ برائے زندگی جز یک در نہ کشادہ است و برائے مرگ ابوابِ بے شمار مفتوح ساختہ۔ نیز گفتہ اند "عرصۂ زمین بر زندگان تنگ میتواند شد۔ امّا بر مُردگان در ہر زمان و ہر مکان فراخ است"۔

بعضے از حکما گفتہ اند "کسانے کہ از دنیا و مصائبِ آں شکایت میکنند خطا میکنند کیست کہ ایشان را بر تحمّلِ ایں مصائب مجبور ساختہ است مگر آنکہ جُبن و نامردیِ آنہا نمیگذارد از قیدِ حیات رستہ مکروہاتِ زندگی را خیرباد بگویند۔ مرگ ہمہ جا حاضر است و ہمہ وقت اسبابِ آں مہیا ہست۔ ہر کس میتواند ما را از قیدِ حیات آزاد کند۔ بخلافِ مرگ کہ ہیچکس از پنجۂ آں نجات نمیتواند داد۔ اگر مرگ مقدّرِ بشر نبودے زندگی از قیدِ غلامی بدتر بودے۔ مرگ نہ ہمیں مرضے خاص را علاج است بلکہ ہمہ دردہا را دوا است۔ در فنِّ طب مقرر شدہ است کہ مرض چندانکہ صعب باشد علاج آں نیز با یدکہ سخت تر بود۔ پس ہر مصیبتے کہ سختیِ آں از حد درگذرد۔ علاج آں بہتر از اقدام قتلِ نفسِ خویش نمیتواند شد"۔

این ہست خلاصۂ بعضے از دلائلِ آنانکہ خودکشی را جائز بلکہ مستحسن شمردہ اند۔ اما کسانیکہ بخلافِ آں رفتہ اند میگویند "احکم الحاکمین کہ ما را در حصارِ زندگانی محصور ساختہ است تا فرمانِ واجب الاذعانِ او در نرسد۔ نباید پا ازیں حصار بیروں کشیم۔ زیرا کہ ما را نہ ہمیں برائے نفسِ ما آفریدہ اند بلکہ برائے عبادتِ الٰہی و خدمتِ ملک و خدمتِ قوم نیز مخلوق شدہ ایم۔ پیش از آنکہ اجلِ مسمّٰی در رسد خود را بدستِ خود کُشتن از ادائے فرائضِ خود گریختن و مستحقِ سزائے طاغیان و باغیان گشتن است۔ نکوئی را شجیع شجاعانِ عالم میتواں گفت کہ بہانہائے انگیزد و تقریبہا میجوید تا بہ انواعِ حوادث و نوازل دوچار شود و از مقابلۂ آنہا رو برنتابد تا بتواند بر آنہا غالب

آید۔ پس از مکروہاتِ روزگار گریختن و مرگ را بر تحملِ آنہا ترجیح دادن از نکوئی بمراحل دور افتادن
است و فاضلترین اخلاق را کہ صبر و ثبات و ہمت و استقلال باشد معدوم ساختن ۔

افلاطون در قوانینِ موضوعۂ خود مے نگارد کہ "کمینہ ترینِ مرگہا مرگِ آنکس ست کہ
احبِ احباب و اصدقِ اصدقاء را کہ خود نفسِ اوست بدستِ خود ہلاک کردہ باشد و از برکاتِ
بقیۂ زندگانی کہ بہر لئے او مقدر بود محروم ساختہ۔ و باعث بر آں غیر از قصورِ ہمت و جبن و
نامردی و ضعفِ عقل چیزے دیگر نباشد۔ آنانکہ زندگی را ہیچ مے پندارند بر عقلِ ایشاں خندہ
مے آید۔ آیا نمیدانند کہ بضاعت ایشاں کہ بر او ناز میتواں کرد۔ درین دارِ فانی ہمیں زندگانی
ایشان ہست و بس۔ و بعد از اتلافِ آں ہیچ چیز بدست ایشاں باقی نمیماند۔ اگر کسے بر زندگانی
دیگراں بخندد و آں را حقیر و ناچیز شمارد عجب نیست۔ اما زندگانیِ خویش را حقیر شمردن و بر اتلاف
آں آمادہ شدن غایت ابلہی و نادانی ست کہ در ہیچ حیوانے از وحش و طیر و بہائم و سباع نظیر آں
نتواں یافت"۔

زندگانِ مُردہ

یکے از حکما گفتہ است کہ "آدمی را زندہ نمیتواں گفت مگر آنکہ بخدمتِ بنی نوعِ خود اقدام
کند و کارہائے نمایاں و سودمند بروے کار آوردہ نیک نامی جاوید حاصل کردہ باشد۔ ازینجاست
کہ ہر کس از شاگردانِ فیثاغورس از تحصیلِ علم اعراض نمودے و از راہِ سستی و بطالت عہدِ صحبت
ہمچشماں گسستہ مدرسہ را پدرود گفتے۔ سائر مستفیدان و متعلمانِ فیثاغورس قبرے بنامِ او ساختند
و بر لوحِ قبرِ او مینوشتند کہ "فلانے بمرد" تا دیگراں عبرت گیرند و چنیں حیات بدتر از ممات اختیار
نہ کنند۔

پس ہمہ آنکساں بحقیقت از مُردگانند کہ روز و شب در بندِ اکل و شرب و صبح و مسا مشغولِ زیب و

زینت میباشند و نمیدانند کہ نہایتِ زندگانیِ ایشاں چہ بودہ است؟ چہ معنیِ زندگی بحقیقت آنست کہ انسان در تہذیبِ نفسِ خویش و نفعِ دیگران و تزکیۂ نفوسِ بنی نوع ہر قدر بتواند کوشش کند۔ بریں تقدیر پیداست کہ غالبِ روے زمین بصورت آباد و بمعنی گورستان است۔ غالبِ مردم بظاہر احیا و بحقیقت اموات اند۔ اگرچہ اکثرے ازایشاں باہم گر بصلح و امنیت بسر مے برند۔ و از اطاعتِ بادشاہ سر نمے پیچند و ابناے جنس را نمے آزارند۔ و اگرچہ عمرہاے ایشاں از ہفتاد و ہشتاد گذشتہ بہ نود یا بصد سال میرسد۔ اما بحقیقت زمانِ حیاتِ ایشاں ہماں چند ساعت یا چند روز است کہ در سود و بہبودِ خلائق گذرانیدہ اند۔

دوستی

کسیکہ بدوستیِ دوستاں ضرورت ندارد۔ ہمانا انسان نیست بلکہ حیوان است یا فرشتہ چنانکہ سخت ترین آلامِ جسمانی آنست کہ جاندار را دم خفہ کنند۔ ہمچنیں سخت ترین آلامِ روحانی آنست کہ آدمی را کس دوست نباشد۔ ہر کس پیشِ دوستاں احوالِ خود از شادی و غم بیان مے کند گویا شادیِ خود را دو چند میسازد۔ و از غمِ خود نیمے زائل میکند۔ آرے آنکہ از دوستیِ دوستان محروم است۔ بحقیقت یکہ و تنہاست اگرچہ خلقے بیشمار بگردِ او جمع آمدہ باشد چنانکہ گفتہ اند "اگر تمامیِ عالم از دست رود و بعوضِ آں یک دوستِ صادق میسر آید ارزان است ولاکن بکثرتِ دوستان مغرور نباید بود کہ عامۂ دوستان بر مثالِ برگِ درختاں اند"۔

خشم بدتر از دیوانگی است

کسانیکہ خشم را بہ دیوانگی تعبیر میکنند ہمانا از حقیقتِ ہر دو بے خبر بودہ اند۔ چہ دیوانگی عبارت

از ناخوشی دماغ است کہ عقل را از دماغ زائل کند و کار بدانجا رسد کہ جملہ تکلیفات ازو ساقط گردد و ہیچ جرمے کہ مرتکب آں شود سزاوار تعزیر نباشد و ہر خطائے کہ ازو صدور یابد او را معذور شمرند و معاف دارند۔ بخلاف خشم کہ از فرط حماقت و استکبار بر عقل و دانش مردم غالب آید و بکارہا بر انگیزد کہ اگر صادر شود۔ باشد کہ صاحب خشم را مضروب و مقتول گردانند و باشد کہ بسزا و تعزیر رسانند۔

محبت مادری

محبت مادراں با اولادِ خود قوی تر و پائدار تر از سائر محبت ہاست کہ بہیچ حال کم نگردد و زینہار دگرگوں نشود و ہرگز بملالت نہ انجامد۔ پدر میتواند از پسرے بگرداند و برادر با برادر دشمن شود۔ و زن و شو از یک دگر بگسلند۔ اما مادران با اولاد نیک و بد ہموارہ یکساں سلوک کنند۔ و از مہر و محبتِ ایشاں ہرگز سیر نشوند۔ رشیتے مر اولاد را دیرینہ تر از مادر نیست کہ از روز استقرارِ نطفہ در رحم محافظِ ایشاں میباشد۔ ہیچگاہ نمیخواہد ایشاں را از سینہ خود جدا کند یا یک لحظہ فراموش سازد یا بر نافرمانی و تقصیراتِ ایشاں از تہِ دل دمائے بد بر زبان آرد۔ محبتش با اولاد از شائبۂ غرض بکلّی پاک است۔ لاجرم در وقتے از اوقات و حالتے از حالات تغیرے دراں راہ نمیابد۔ اگر ہمہ خلق اولادِ او را گذارد و از تعلقاتِ ایشاں دست بر نمیدارد بلکہ دنیا و مافیہا را منحصر در اولادے داند۔

استہزا

بہ مرحم خندیدن و بہ استہزا و مسخرگی عادت گرفتن از دنائتِ نفس میخیزد۔ و جواناں را از

ترقی بمعارج کمال بازمے دارد۔ ہیچکس چنانکہ معلوم ہست از عیب خالی نمیباشد۔ تا بجدیکہ نیکوکاران ستودہ خصال نیز نمیتوانند۔ دامن حال از آلایش عیب بکلی پاک دارند۔ چوں صورت حال بریں منوال است غایت ابلہی و محض ناانصافی ہست بہ زلات و خطایاے مردم آویختن و از محاسن و محامد ایشاں چشم دوختن۔ بر نقائص خردہ گرفتن و از کمالات قطع نظر نمودن و ابنائے جنس را اضحوکہ اشرار و اوباش ساختن۔

چندانکہ غور کردہ میشود استہزا نوعے از موازنۂ تست میان نفس خویش و نفس آنکس کہ بروے استہزا میکنی۔ تا خویش را از و بہتر و برتر وانمائی و خود را از خود بقربی عجب است از استہزا کنندگان کہ باوجود صد ہنر در ذات دیگراں بریک عیب ایشاں میگیرند و باوجود صد عیب در ذات خویش یک ہنر در خود نشان نمیدہند و عجب تر ازیں آنکہ نہ ہمیں بر عیب کساں میخندند بلکہ ہنرے نیست کہ بر خندہ در خوبی آں نیسندازند و منقبتے نیست کہ آں را اضحوکۂ اہل مجلس نسازند۔

عبارت کتابۂ مرقد مرحومی سید امیر علی رئیس دہلی غفر اللہ

نیابد کسے در جہاں کو بماند   مگر آں کزو نام نیکو بماند

سید امیر علی ابن سید وارث علی (رحمہما اللہ) چہل و ہشت سال خوش و ناخوش زندگانی دیدہ و تلخی و حلاوت ایں دار الغرور چشیدہ شب جمعہ دویم شہر رمضان ۱۲۹۳ ہجری با دلے راغب الی اللہ و زاہد فی الدنیا داعی اجل را لبیک اجابت گفت۔ ہمہ عمر بقوت بازو کسب معاش کردہ و در چشم خاص و عام موقر و محترم بود۔ و مردانہ و آزادانہ مے زیست۔ از بدو شعور تا اوائل دولتی با درس و تدریس کار داشت و تا بود ہم دریں کار بود و ہم بریں بگذشت۔ احدے از

حاکم و محکوم و تابع و متبوع را ابداً ازو ملالتے نبودہ و کسے از آشنا و بیگانہ زبان بہ شکوہ او نیالودہ۔ الحق از نکوئی و حسن معاملت تواضع و فروتنی و دیگر مناقب جلیلہ کہ در طبعش جبلی بود۔ اندکے از بسیار نمیتواں شرح داد۔ و حسن خاتمت کہ نہایت جملہ نکوئیہا است چنانکہ خود او را میسر آمدہ از صلحاء و اتقیاء و ابرار و اخیار ہر کرا دست دہد غنیمت کبرے میتواں شمرد۔

ایماں بلب و دل بہ رہ و دیدہ بہ دوست ۔۔۔۔ با پیک اجل خندہ زناں ہمرہ شد

کتبہ لوح مرقد مرزا الٰہی بخش مرحوم کہ حسب اقتراح جناب مرزا سلیماں جاہ صاحب نوشتہ شد

کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ

والسپین شمع بزم گورگانی و آخرین ثمرۂ شجرۂ صاحبقرانی صاحب عالم حضرت میرزا ہدایت افزا بہادر المعروف بہ میرزا الٰہی بخش (طاب ثراہ) در سال یکہزار و دویست و بست و یک ہجری از نہانخانۂ غیب بجلوہ گاہ شہود خرامیدہ ہفتاد و اند سال بنظارۂ اعجوبہ ہائے ایں عجوزہ سال خورد چشم وا داشتند و با دہر ناساز گار مروانہ برروئے کار آمدہ بس مراحل دشوار گذار را آسان طے نمودند ہم در عہد امن و سلامت و ہم در طوفان حوادث و فتن لنگر سفینۂ نجات در دست ایشاں بود۔ در مدت حیات با ہر یکے از طبقات انام آنچناں سلوک ورزیدند کہ اقارب و احباب را بصدق و مصافات و اجانب و اغیار را برفق و مدارات و ضعفا را بہ بذل و مساحت و اقویا را بحسن معاشرت در سلک یکجہتی کشیدند۔ شب پنجشنبہ شانزدہم ربیع الاول سال یکہزار و دویست و نود و پنج تا خوشی شعال کہ رفیق دیرینۂ ایشاں بود آنچناں اشتداد گرفت کہ ہیچ چارۂ و تدبیر متعاود ست

بیماری سرخندہ

آں نتوانست کرد۔ و آثار یاس بر دلہا مستولی شد۔ ہمیں کہ کلمۂ توحید بزبان راندند و شاہدین را بر اسلامِ خود گواہ گرفتند۔ زود داعیِ اجل را لبیک اجابت گفتند۔ و ہر یکے را از دور و نزدیک و قریب و بعید سوگوار و ماتم دار و از ذکرِ جمیل و نام نیک بر خاطرِ ہر یک نقشے ستودہ گذاشتند۔

نثر قدیم[1]

تقریظ دیوان فارسی حضرت حسرتی رحمہ اللہ تعالیٰ کہ در سال ہزار و ہشتصد و ہفتاد و دو مسیحی در زمان حیاتِ مصنف مغفور نوشتہ بود

رباعی

ہر چند ستایشِ سخن دین من است | میگویم و راست گفتن آئین من است
در مدح سخن ساختگی نیست مرا | تحسین سخن شناس تحسین من است

الا اے ہوشمند فرزانہ دریں روزگار کہ جنسِ بالادستِ سخن از متاعِ حُسنِ نوخطاں نا روا تر و دمِ گیرائے اہل سخن چوں نفسِ سرد و اعظاں بے اثر افتادہ است۔ زنہار گمان نبری کہ اندازۂ قدرِ گفتار را نقصان فرا گرفتہ است۔ و سرمایۂ لفظ و معنی بزیان رفتہ چشمۂ حیواں اگر در ظلمات پنہاں گردد خاصیتِ جان بخشی از بیروں نرود۔ و ماہِ کنعان اگر در بازارِ مصر بہیچ نیرزد جوے از نصابِ کاملِ حُسنش کم نشود۔ کما قیل ؎

[1] اگرچہ قدیم طرز کی نثر سے اب طبیعت متنفر ہوگئی ہے لیکن چونکہ ان میں بعض نثریں گراہی بیراہہ رنی کے زمانہ کی یادگار ہیں۔ اسلیئے انہیں بالکل ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا گیا ۱۲ حالی

از قیمتِ یوسف نشود یکسر مو کم ہرچند خریدار بہ بازار نباشد

اگر گوئی کہ سخن را کہ مکانتے بلند و قدرے ارجمند ہست۔ خود بوجودِ نکتہ وران سخن پیوند است ورنہ لفظے ہست بے معنی۔ و اسمیست بے مسمّی۔ و سخنور چنانکہ معلوم است امروز از جہان معدوم است۔ پس اگر کبریت احمر را خاصیت اکسیر باشد گو باش۔ و اگر سایۂ ہما فرۂ اقبال با خود دارد گو بدار۔ آزاں کہ نہ موجود است چہ خیزد۔ و از ہنکہ مفقود است چہ زاید۔ گویم آرے چنانکہ فرمودی ہنر از توابع وجودِ اہل ہنر است۔ و عرض از لواحقِ ذاتِ جوہر۔ و چندانکہ ہنر مند کمیاب ہنر کمیاب تر۔ اما با ایں قصورِ نظر و نقصِ ادراک۔ و ناتمامی دانش و نارسائی دریافت کہ مرا آدمی راست چگونہ میتوان گفت کہ اہلِ کمال را بجز در نشیمن عنقا آشیاں۔ و از سخن جز اسم و از سخنور جز رسم در جہان نیست ؎

خاکساران جہان را بحقارت منگر توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

سرت گردم اگر برقِ حوادث روزگار مرغانِ نوا سنج را آشیانہا پاک بسوزد تا عندلیبے در چمن نغمہ سرا ست باغ را دشت نتواں خواند۔ و اگر طلوعِ سپیدۂ سحری رونق بازار ستارگان برہم شکند تا مہر درخشاں عالم افروز است جہان را تاریک نتواں گفت۔ گرفتم ہنر را گرمی بازار نہ چندان است کہ کالائے گرانبہائے معنی از ہر دکان میتوان خرید و گنج شایگانِ سخن در ہر خرابہ میتواں یافت اما صاحب نظراں دانند کہ با انہمہ نارسائیہا در کیسۂ روزگار رخشندہ گوہرہاست۔ از چشم کسے اوا مانند گنج در ویرانہ پنہاں و بر سپہرِ کمال فروزندہ اخترہاست از دیدۂ شپرچشمان چوں مہر جہانتاب سر بہ نقاب کتمان۔ علی الخصوص دُرِ یتیم معانی۔ مہر منیرِ فلک نکتہ دانی۔ قائدِ عرش تحقیق۔ باب مدینۂ تدقیق۔ بحر لجی علم و ایقان۔ کوکبِ دری افقِ عرفان۔ بہیں ثمرِ نخلِ باغِ ارادت۔ گزیں نتیجۂ پیوندِ مادۂ و صورت۔ شناور دریائے حقیقت۔ رہبر صحرائے طریقت۔ چارسوئے مملکت معنی را نگہبان

خدیوِ شش جہت عالمِ حقیقت را فرمانروا۔ نگارستانِ رنگین بیانی را چہرہ پرداز۔ بہارستانِ شگفتہ طبعی را چمن پیرا۔ رمز شناسِ اسرارِ عقل و نقل۔ نکتہ سنجِ غوامضِ درایۃ و روایۃ۔ مرحلہ پیمائے طریقِ نظر و استدلال۔ قصب السبق ربائے عرصۂ فکر و قیاس۔ شمسۂ پیشطاقِ بلند نظری و والا طرقی۔ نواب نجحتہ القاب محمد مصطفیٰ خاں بہادر متخلص بہ حسرتی ہ

بِلَفْظٍ لَا یُعَبِّرُ عَنْ مَعَانٍ اَحَاطَتْهَا مَکَارِمُ ذِی الْهُمَامِ

اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنَا وَمَتِّعِ الْکُلَّ بِدَوَامِ بَقَائِہٖ وَمُدَامِ لِقَائِہٖ ۔ و صلۂ بیش جبانیست کہ بلندیِ ہمت آسمانِ اوست۔ و قدرِ بیش آسمانیست کہ فروغِ خرد مہرِ درخشانِ اوست۔ ضمیرِ منیرش نقدِ حقائق را گنجِ شائگان۔ چراغِ فکرش انجمنِ قدس را شمعِ شبستان۔ حلۂ الفاظش سراپائے معنی را پیرایۂ ناز۔ و حلیۂ عبارتش گوش و گردنِ مضمون را زیورِ امتیاز۔ افسونِ لطفِ گفتارش در تسخیر آشنا و دلال چون قید و بند۔ و معجونِ نطقِ شکربارش در مذاقِ حنظل طبعان چون شہد و قند۔ استعاراتش چون اشارۂ چشمِ خوبان دلربا۔ و عباراتش چون چشمۂ آبِ حیوان جان فزا۔ اطنابش چون طولِ شکوۂ دوستداران سامعہ نواز۔ و ایجازش دلاویز تر از نگاہِ چشمِ نیم باز۔ فکرش از دعائے سحری شب زندہ داران رساتر۔ و سخنش از نالۂ نیم شبیِ جگر خواران گیراتر۔ فقرۂ شیرینش نگویم شیرۂ جان اما پارۂ شیرین تر از آن۔ و مصرعۂ رنگینش نگویم برگِ گل اما دل از کف ربایندۂ بلبل۔ رائحۂ انفاسش از نکہتِ گل در دماغِ بلبل بل از عطرِ پیرہن در مشامِ یعقوب سازگارتر۔ و شہدِ مقالش از رشحۂ زلال در کامِ مستسقی بل از جرعۂ مے در مذاقِ مخمور خوشگوارتر ۔

الحق گرمیِ طبعِ پر زورش شرابیست کہ تمکین پسنداں اگر ہمہ کوہِ وقار باشند بیک جرعہ از آن خم دل نگاہ نتوانند داشت۔ ورنہ خواجہ را کہ عندلیبِ شاخسارِ ملکوت۔ و طوطیِ شکرستانِ لاہوت است با غزل سرائی و بذلہ سنجی چہ کار۔ و چگونہ روا باشد کسے را کہ در طریقِ علم و حکمت برابرِ سقراط و افلاطون

قدمے راہ رفتن موجب ننگ و عار باشد۔ و رکمینہ صناعتی امثال عرفی و نظیری را مقلد عمل بودن و زلالی و انوری را مقتدائے فن ساختن۔ گرچہ تم در زمان سلف نقدِ معنی گنجینہ داراں و عرصہ فکر را شہسواراں بودہ اند۔ و ہنگامہ گفتار را گرمی بازار۔ و ریاض سخن را رنگِ اعتبار بیش از زمان صاحب دیواں بودہ است۔ اما کسانیکہ در مصطبہ ذوق رطلِ گراں پیمودہ اند و از مائدہ تمیز حظّ وافر بودہ نیک میدانند کہ باآنکہ قطرہ ہا در بحر و سبزہ ہا در دشت و دستہ ہا در سبد و نغمہ ہا در ساز۔ و جرعہ ہا در ساغر و بادہ ہا در سبو۔ و بذلہ ہا در گفتار۔ و افسونہا در عمل۔ و شعرہا در دیوان و مصرعہ ہا در غزل فراواں بود۔ ہر قطرہ دُرِّ ثمین۔ و ہر سبزہ گل و یاسمین۔ و ہر دستہ دستہ گل و ہر نغمہ نغمہ بلبل۔ و ہر بذلہ نقل محفل۔ و ہر افسون جادوے بابل۔ و ہر شعر تر۔ و ہر مصرعہ نیشتر نباشد۔ رباعی

زمزم نتواں بہ ہر چشمہ رواں | یوسف نتواں خرید از ہر دکاں
ہر لب دم اعجاز ندارد چو مسیح | ہر کس نبود چو حسرتی سحر بیاں

جادہ کہ وے در سخن سنجی مے پیماید پیشینیاں نیز پیمودہ اند۔ اما پاشنہ ہا ریش و پا ہا آبلہ دار بودہ است۔ اگر قدمے رفتہ اند۔ و خواجہ ہمہ گلگشت کناں سیر و۔ و آہنگے کہ او درین پردہ مے سراید دیگراں ہم سرودہ اند۔ اما نظرہا از سیر و اندیشہ ہا از تگ فرو ماندہ است۔ اگر مصرعے سنجیدہ اند و خواجہ ہمہ بدیہہ مے سنجد۔ آرے نغمہ حقیقت در پردہ اشعار سرودن و اسرار معنوی در کسوتِ تعبیر و بیان جلوہ گر نمودن نہ کار ہر حریف گفتار شوخ بیان است۔ و آنگاہ حال تا قال وا اثر تا عین تفاوتِ بسیار دارد۔ اینک دیوانے ترتیب دادہ و مجموعہ فراہم آوردہ کہ سخن را اوج کمالے برتر ازاں دست دادن و سخنور را سرمایہ قبولے خوشتر ازاں بہم رسیدن دشوار تر از آنست کہ نالۂ مرغان خوش آہنگ بموزونی عشاق و نہادند تو اند رسید۔ و مرغولہ مطربان جا بجو نوا

چوں لحنِ داؤدی آہن را موم تواند کرد۔ بنا میزد خمکدۂ صہبائے ذوق ہست و پردہ آہنگِ شوق
نظرگاہِ پاکان شاہدباز است و نیرنگ حقیقت و مجاز۔ انیسِ خلوتِ گوشہ نشینان است و جلیسِ صحبت
عشرت گزیناں۔ تہیدستانِ خرد را سرمایۂ ہوش ہست و دُردی کشان جنون را بادۂ سرجوش
نسخۂ مفرح روحانی ہست و مجموعہ لطائف وجدانی۔ طالع سخن را رقم سرنوشت ہست و شاہد معنی را
حسن خداداد۔ روزگارِ فراق را خجستہ سرگذشت ہست و ایامِ وصال را فرخندہ روئداد۔ و گلشن
نظم را موسم بہار ہست۔ و زمین شعر را آب جوئبار۔ تفسیدہ درونان را مایۂ فرات ہست و شاد آ
طبعاں را شیرۂ نبات۔ بالائے گفتار را خلعتِ دیبا ہست و تشریفِ قبول را قامتِ زیبا۔
آنانکہ خاطر نکتہ فہم و طبع ادا شناس دارند بیایند۔ و سرتاسر این قدسی صحیفہ بدیدۂ ہوش بنگرند
تا دارسند کہ در این نکتہ سنج معجز بیاں را در گذارش سخن خاصیتے است کہ دیگراں بر آں دست
نیافتہ اند۔ و اگر ہست پرسی کرامتے ہست کہ از خامۂ الہام طرازش بروئے کار آمدہ یعنی جمہورِ
اہلِ فن چنانکہ دانی اتفاق دارند بریں معنی کہ شعر را چندانکہ از صدرِ راستی دورتر برند بقبولِ دلہا
نزدیکتر باشد۔ و ہر قدر از اوجِ صدق زیرتر اندازند پایۂ حسنش بالاتر رود۔ و حق اینست کہ سخن
بے مبالغہ و اغراق دلفریب نبود۔ چنانکہ نظامی میفرماید ؎

در شعر مپیچ و در فن او چوں اکذب اوست احسن او

بااینہمہ گفتارِ آبدارش بے آنکہ چاشنی تبلیغ و غلو داشتہ باشد دلاویزتر از عشوۂ شاہدانِ
مہوش و ذوق انگیزتر از بادۂ بیغش افتادہ است۔ انصاف بالائے طاعت است این ہمہ
گفتار کہ آسمان برفراز است و زمین در نشیب۔ و چشمان در زیر ابروانند و دندان جملہ در دہان از
شنوندہ چہ دل رباید۔ و مستمع را چہ ذوق بخشد۔ پس بے آنکہ نوعے از صنعت اندیشہ و ایجاد
طبیعت را دراں راہ دہی۔ چہ ساحری توانی کرد تا سامعہ یاراں بنوازی۔ و شورِ حسنت در انجمن

اندازی۔ ہمانا کار کار بشر نیست۔ خواجہ سخن سرائی نمیکند، معجز نمائی میکند۔

ہیہات در سپارش راہ ربح جادۂ تنزل پیمودم و ممدوح را نہ باندازۂ قدر والایش ستودم۔ بحث از فضائل ذات و جلائل صفات بود۔ و سخن در توابع و عوارض گفتہ آمد و لختے بدرازی کشید۔ ہرگاہ مشک و زعفران را رائحۂ روح پرور در نہاد است و مہر و ماہ را بوارق نور گستر خداداد۔ آن دو را بدینہ جوہر ابتہاجی بندی ستودن۔ و این دو درخشندہ گوہر را بہ گرمی و سردی آفرین نمودن چرا۔ ہمانا قدم رخش کہ بہنگام تاختن بیراہہ رود عیب عنان گیر است۔ و پردہ ساز کہ در مقام بلندی بہ پستی گراید از قصور مغنی است۔ اکنون کہ رہرو نظر را پائے رہ پیما بسنگ آمد۔ و عجز بیان حیلہ جستن و بہانہ انگیختن آغاز نہاد۔ زنہار گمان نبرند کہ مدائح سخن و محامد سخنور بپایان رسیدہ باشد تا خامۂ ستایشگر از خرامش و اندیشۂ ثناگستر از سگالش آرمیدہ باشد۔ حاشا حاشا کہ اگر قصیدہ را وحی و رباعی را الہام و غزل را اعجاز و غزل سرا را معجز نما گفتہ باشم۔ حرفے ازآن طومار و اندکے ازآن بسیار بسزا گفتہ باشم

آہ چہ توان کرد ہم تیر نارسا۔ و ہم صید بلند پرواز۔ ہم شب کوتاہ و ہم افسانہ دراز

زبان نکتہ فرو ماند و راز من باقیست ۔۔۔ بضاعت سخن آخر شد و سخن باقیست

اللہ بس ماسوے ہوس

تقریظ دیوان سالک

صد قول بیکے فرو طی میکنم امشب ۔۔۔ مستی نہ باندازۂ مے میکنم امشب

حیرت زدۂ نیرنگی این کہن آشوبگاہ۔ حالی نامہ سیاہ کہ دوش در شکنجۂ غم و اندوہ چون مرغ تازہ بدام افتادہ سراسیمہ و دلتنگ و با سخت جانی خویش در جنگ بود۔ اگر حرفے از رو داد خود

سرودہ باشد۔ ہمانا خویشتن را زحمت و انجمن را کلفت افزودہ باشد۔ بے تکلف برطرف۔ دلے
داشت ہمہ موجِ خوں۔ و سرے داشت سرمایۂ جنوں۔ شبے بہ درازیِ شب ہائے فراق
و وقتے بہ پراگندگیِ خاطرِ عشاق۔ بیخودی ہمہ نقدِ گنجینۂ ہوش۔ و مستی ہمہ تعبیرِ خوابِ
فراموش۔ ولولہ ہا می کرد و از جا مے رفت۔ نالہ ہا می کشید و دم نمی زد۔ گاہے اشکِ
جگرگوں از دیدہ می بارید۔ و گاہے بر گریۂ خود می خندید۔ گاہے از روزگار نالیدے
و گاہے از بختِ نگونسار۔ گاہے بر اہرمن نفریں کردے۔ و گاہے بر نفسِ خویشتن
گاہے در جستجوئے وقتِ رفتہ چپ و راست مے نگریست و گاہے از عمرِ رفتہ یاد می کرد و
می گریست۔ گاہے رشتۂ امل چنداں دراز کردے کہ خود را اسیرِ دامِ خود پنداشتے۔ و
گاہے از دورباشِ حرماں آنچناں گسستہ امید گشتے کہ سہل را دشوار و اندک را بسیار
انگاشتے۔ بالجملہ حالتے در پیش داشت کہ قیامتے با خویش داشت۔ و چنیں ہنگام کہ صحبتِ
احباب چوں فرقتِ محبوب ناگوار۔ و بذلۂ اصحاب تلخ تر از طعنۂ اغیار بود۔ اگر سودائے گفتار
در سر و خلشِ ایں خار در جگر نمی داشتم غنچۂ خاطرم ہیچ نشگفتے۔ و درد دلم زنہار چارہ نپذیرفتے
رفتم کہ بمطالعۂ دیوانِ حضرت خواجہ شیراز دمے خالی کنم و بیکے دو جرعہ ازاں بادۂ کہن غمِ
دین و دنیا فراموش سازم۔ ناگرفتہ از دریچۂ ہوش ایں صدا بگوش خورد کہ ہاں و ہاں
حالیِ روشن نفس۔ اے بفہمِ ادا شناس و بفکرِ بالغ رس ہم شکر ریزیِ طوطیانِ ہند
دیدہ۔ و ہم نغمۂ بلبلانِ عجم شنیدہ۔ یکے در چمنستانِ سالک بیا۔ و دیدہ و دل را رخصتِ
تماشا دہ۔ تا دانی کہ گلشنِ معنی در عینِ خزاں شگفتہ و شاداب است و نہالِ سخن در پایانِ
موسم تازہ تر از عہدِ شباب۔ ندانم ایں صدائے دلکش از کجا بود و چہ بلا گرمی اثر با خود
داشت کہ تا از پردۂ گوش بدل فرود آمد۔ مرا در من نگذاشت۔ چوں بخود باز آمدم گرم از جا

برخاستم و دیوانِ سالک خواستم۔ سبحان اللہ کتابے دیدم چوں نسخۂ جمالِ یوسفی سراپا انتخاب
و زلیخائے سخن را بازگشت عہدِ شباب۔ ابیاتش ریختہ اما رشکِ پہلوی و دری۔ بیانش
سادہ اما نمونۂ گفتارِ سعدی و انوری۔ مضامین ہمہ تازہ و نو۔ معانی ہمہ الفاظ را در گرو۔ قصیدہ
و غزل ہمہ طلسمِ رنگ و بو۔ قطعہ و رباعی ہمہ کرشمہ و جادو۔ ذکرِ فراق دل آویز تر از عدۂ وصال
شکوۂ جفا طرب انگیز تر از مژدۂ وفا۔ آنجا کہ طولِ مقال است لفظ را اندازۂ وسعتِ خیال است
و آنجا کہ اختصارِ بیان است ہفت دریا در کوزہ نہان است۔ منکہ جز بگفتارِ پیشینیاں سرے بہ
در کوچۂ خموشاں گذرے نداشتم۔ از حلاوتِ ایں ثمرِ نورس آنچناں کارِ کام و زبان ساختم کہ
دل از ذوقِ قندِ نظیری۔ و چاشنیِ نمکِ عرفی بکلی پرداختم۔ گویند ہر سخن سنج را در غزل
سرائی طریقے خاص است کہ مر او را بداں طریق اختصاص است۔ یکے از آتشِ عشقِ مجاز
چراغے در راہِ فکر نہادہ۔ و دیگرے از عالمِ حقیقت درے بروے دل کشادہ۔ یکے در بستنِ
معنیِ بلند باعنقا ہم پرواز۔ و دیگرے در بستنِ معاملات و وقوعی کرشمہ سنج و سحر پرداز۔ یکے را
وصفِ دلدار پیرایۂ بیان۔ و دیگرے را رشکِ اغیار تازیانۂ زبان۔ کمتر کسے بودہ باشد کہ
ایں ہمہ مراحل را بیک رفتار پیمودہ باشد۔ آرے در ہر شیوۂ سخن نغز گفتن و در ہر رشتۂ
گوہرِ معنی سفتن۔ نہ حدِ ہر چرب گفتارِ شوخ بیان است۔ اما در خمکدۂ کہ غالب بادہ فروش است
و سالک بادہ پیما۔ بادہ ہا ہمہ سرجوش است و نشہ ہا ہمہ رسا۔ اینجا مستی حریفاں در شمار نہ
بینی۔ اینجا حریفے در خمار نہ بینی۔ اینجا لائے خوار انند بر چرخ موج زن۔ اینجا دُردی کشانند
باعطارد ہم سخن۔ اینجا نواہائے گوناگوں از یک قانون برخیزد۔ اینجا اداہائے رنگارنگ
از یک طبعِ موزوں سر برمیزند۔ اینجا ہر کس جانِ سخن است و سخن جانِ او است۔ و حسنِ
معنی از آنِ اوست بلکہ آیۂ در شانِ اوست۔ خاصہ آں آئینۂ صورت نمائے غالب۔ و

مرا و ہیچو من ہزار را بجائے غالب۔ آں در سخنوری یکتا۔ و در پاک گوہری بے ہمتا۔ آں در شعلہ زبانی علم و در شیوہ بیانی مسلّم۔ آں رہبرِ قدسی سالک جناب مرزا قربان علی بیگ متخلص بہ سالک لازال ظلہٗ ظلیلاً و ذکرہ جمیلاً کہ امروز در نکتہ وری و نکتہ سنجی اُستادان اُستاد است۔ و جہان آباد از شرفِ وجودِ مسعودش جہان آباد است۔ الحق اگر سخن را صہبا میتواں گفت سخنش سر جوش بادۂ سخن است۔ و اگر شاعری را فن میتواں خواند خواجہ یگانۂ ایں فن است۔ یارب چنانکہ ہند از غالب خلد آرامگاہ رشک ایران و توران بودہ است۔ دہلی از سالکِ معنی پناہ غیرتِ شیراز و صفاہاں باد۔

تقریظ دیوانِ قلق

ایں دیوانِ غرابت عنوان از افاداتِ مرحومی حکیم غلام مولی متخلص بہ قلق است کہ شاگردِ رشید۔ خانِ رفیع المکان جناب غفران مآب حکیم مومن خانِ مومن بودہ اند۔ اصل ایشاں از میرٹھ و در دوازدہ سالگی از آنجا بہ خیر البلاد جہان آباد آمدہ و بہ کسب کمال و تحصیل علم پرداختند۔ د تا زمانیکہ واقعۂ طغیانِ سپاہِ باغی آں شہر لطافت بحر را مورد آفاتِ مرگ نفتند دہلیات کردہ۔ ہمدرینجا اقامت داشتند۔ مدتے طویل زبانِ پارسی از انفاسِ متبرکہ مولانا امام بخش صہبائی فرا گرفتند۔ گویند از جملہ شاگردانِ آنجناب بہ جودتِ طبع و حدتِ ذہن اختصاص داشتند۔ و صرف و نحو و منطق و دیگر فنونِ عربیہ را از ملا انتظام علی سہارنپوری اخذ کردند۔ و طب از حکیم غلام نقشبند خاں دہلوی کسب نمودند۔ در آں ایام کہ گلشنِ دہلی را آخر فصلِ بہار بود۔ جمعے از گرانمایگانِ عالمِ معنی و چابک خرامانِ عرصۂ سخن چوں غالب و ذوق و مومن و سائرین کہ در سخنوری و نکتہ پروری فخرِ دہلی بل نازشِ ہندوستان بودند۔ در یہا

معمورہ جاداشتند۔ و از فیضِ وجودِ ایشاں عالمے را ہولے شعر و سخن در سر افتادہ بود۔ حکیم مغفور کہ با موزونیِ طبع و جودتِ ذہن فکرے بلند پرواز داشتند۔ باوجود مشاغل علمیہ نتوانستند خود را ازیں بادۂ مرد افگن برکراں دارند۔ لاجرم داعیۂ غزل سرائی در خاطرِ ایشاں پدید آمد۔ مومن مرحوم را چنانکہ از مطالعۂ دیوانِ ایشاں مفہوم میشود بہ استادی برگزیدند ورفتہ رفتہ در خاطرِ استاد موقعِ قبول یافتند۔

مخفی مباد کہ مومن مرحوم در غزل و اصنافِ دیگر از سخن دو طریق مسلوک داشتہ اند یکے عام و دیگر خاص۔ طریقے کہ عام ہست وآں کثیر ہست۔ ہمیں طریقۂ میر و میرزا و سائر ریختہ گویانِ نامی و استادانِ گرامی ہست۔ و طریقے کہ نتیجۂ طبعِ وقّادِ ایشاں و مخصوص با ایشاں ہست۔ اگرچہ از شاہراہِ عامّۂ شعرا بیگانگی دارد امّا سببِ شہرت و بلند آوازگیِ حکیم سابق الوصف شدہ ایشاں را در چار سوے ہندوستان بہ استادی و نازک خیالی و دقت آفرینی علم ساختہ۔ از انجا کہ حکیم مولیٰ بخش قلق را میلِ طبع و مناسبتِ خاطر بطریقۂ خاصّہ خویش دیدہ بودند نظرے خاص بحالِ ایشاں مے گماشتند و بعلاوۂ اصلاحِ سخن و القائے غوامض و دقائقِ ایں فن انواعِ لطف و کرم و اصنافِ شفقت و عنایت مبذول میداشتند تا آنکہ سخنِ ایشاں نوعے پختگی پیدا کرد۔ ہر جا کہ بزمِ مشاعرہ انعقاد مے یافت با استادانِ دیگر ہمطرح شدہ داد غزل سرائی میدادند و حاضرین را تعجب بر تعجب و حیرت بر حیرت مے افزودند۔ چوں آتش بغی و فساد در چار سوے دہلی بالا گرفت۔ مامنے بہتر از آنکہ بوطنگاہ خود معاودت کنند۔ درمیان ندیدند۔ ناگزیر از دہلی بہ میرٹھ رفتہ ہمدر انجا رختِ اقامت انداختند۔ و تا سال ہزار و دو لیست و نود و شش کہ سالِ رحلت ایشاں ازیں خاکدان بہ عالمِ جاودان ہست در انجا بودند۔ و در بعضے مدارس دولتی خدمتِ درسِ فارسی با ایشاں

تعلق داشت کہ وجہِ معاش و سامانِ قوتِ لایموت ایشاں بود۔ بسیار قانع و غیور و بفضل و
ہنر از مال و دولت مستغنی و در شعر و سخن عند الطائفہ بہ استادی علم بودند و نیز در طبابت
دستے داشتند و لختے از اوقاتِ عزیز را در معالجہ و مداواے مرضیٰ بذل مینمودند۔ از وصایاے
ایشاں کہ پیش از وفات با کہین برادرِ خود در میان نہادند یکے آں بود کہ دیوانِ اشعار
ایشاں را بقالبِ طبع ریختہ اشاعت آں کردہ باشند۔ یگانہ دادگر گستر و فرزانہ ہنرور
ہنر پرور بابو محمد عبد اللہ کہ برادرِ اصغر حکیم مغفور میباشند۔ باآنکہ در مدارسِ انگلیسی تعلیم یافتہ
عمرے دریں وادی بسر بردہ اند و چنانکہ دابِ اکثر از انگلش دانان است۔ ذوقِ شعر و سخن
کمتر دارند و نیز از خدماتِ متعلقۂ خود فارغ نیستند۔ باز وصیتِ برادرِ مرحوم را از جملۂ فرائض
مکتوبہ دانستہ کوششے بلیغ و توجہے فوق العادہ در طبع و اشاعتِ کلامِ ایشاں بکار
بردند۔ و مانندِ اخلافِ رشید و اعقابِ سعید وصیتِ آں مغفور بجا آوردہ نامِ برادر را
بہ گیتی سمر و خود را از برادر نکونام تر ساختند۔

لراقمہ

اگر برادرانِ زلیخا مہر و دوستی ورزند　　چوں رسد بفرزنداں نوبتِ نکوئیہا

عرضداشت بحضور نواب کلب علی خاں بہادر رئیس رامپور
در شکر عطیۂ دیوانِ فارسی مع سوم بہ دستنبوی خاقانی و مجموعۂ نثر فارسی موسوم بہ درۃ التاج

عالم پناہا! سہ روز ست کہ بعد یک ماہ بہ سفرِ پانیپت کہ در اوائلِ رمضان
فجاءۃً بحسبِ ضرورت اتفاق افتادہ بود بدہلی رسیدم و ہبۂ و نسخۂ اکسیرِ اعظم یکے

ورۃ التاج و دیگر وستنبوے خاقانی بتوسط مکرمی میرزا داغ برخوردم اما بسبب تاخیرے کہ در گذاردن فریضہ سپاس گذاری بالاضطرار لا بالاختیار بروے کار آمد بغایت منفعل شدم۔ اما الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ کار با حضرت کریمے ہست کہ ہم خطا پوش است وہم عذر نیوش۔ بالجملہ درشان این ہر دو شاہد رعنا زبان بہیچ کشودن روشنان سپہر را بچلن و تخمین برشمردن و عشرہ بحر محیط را بہ گز پیمودن است۔ سبحان اللہ با وصف مفاخر دینی و دنیوی و کمالات صوری و معنوی و فضائل علمی و عملی و محامد خَلقی و خُلقی و محاسن وہبی و اکتسابی در نظم و نثر اردو و فارسی نیز کہ دون مرتبہ جلیلہ خدام والا مقام ہست مکانتے ارجمند کہ امروز بذات قدسی صفات ہست۔ در عامۂ ابنائے زمان عموماً و در اہل صناعت خصوصاً کمتر دیدہ میشود۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۤءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ کسانیکہ شعر راتمیمیں خود ساختہ اند و عمرے دراز دریں وادی خاک بیزی کردہ ہر آئینہ از منزلگاہ خسروی بمراحل دور افتادہ اند۔ آرے۔

فیضِ روح القدس ار باز مدد فرماید   دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

یا رب شجرۂ طیبۂ ذات ملکی صفات کہ اصل او در زمین و فرع او فوق السمٰوٰت است ابد الآبدین و دہر الداہرین از ثمرات گونی والہی بارور و بر فرق ابنائے امانی و آمال سایہ گستر باد۔

ایضاً

بعد از تقدیم وظائف خیر اندیشی و دعائے صحت و سویت مزاج اقدس اعلیٰ کہ عین معین فیض عام و رکن رکین بنائے اسلام ہست بعرض مطلب پردازد۔ امیدگاہا دریں نزدیکی بسمع فدوی ہوا خواہ رسیدہ کہ ان نا خوشی ہائے دیرینہ دریں روزہا تغیرے

بطبعِ اشرف بندگان حضور راہ یافتہ است - ہمیں کہ ایں خبرِ مشوّش بگوشِ خیر سگالِ خوردِ سوابقِ حقوقِ خسروی کہ مرۃً بعد اُخرےٰ بریں بندہ متحقق بودہ است برآں آورد کہ خود را مہلتِ یک ساعت نہ دادہ زود از جائے برخیزد - و ہر قدر عجلت کہ میتواں بکار بُرد بجا آوردہ بدرِ دولت رسد - و چشمِ تمنا را بنورِ جمال باکمال منور گرداند - اما یک ماہ بیش گذشتہ باشد کہ بعوارضِ نزلہ از سُعالِ مفرط و ذات الجنب وغیرہ مبتلا است و ازیں جہت درادائے فرائض خدمت متعلقہ نیز قصورے راہ یافتہ است - و نیز نمیتواند خود را بوطن برساند پس بکمال شرمساری و خجالت خوے از جبین سر دادہ و سر درپیش افگندہ تمہید عذر و پوزش جسارت مینماید - بو کہ بموقفِ اجابت رسد - و مع ذٰلک عزم جزم کردہ است کہ ہر گاہ در امراض لاحقہ افاقتے بہم رسید علی الفور باندازِ تقبیلِ عتبۂ عالیہ خواہد شتافت - و مہما امکن از عہدۂ بعضے از حقوقِ بندگی بیروں خواہد آمد - امید از درگاہ قاضی الحاجات و مجیب الدعوات آں دارد کہ لشکرِ دعاے عالمے از مساکین و ضعفاء و اراملِ و ایتام و صلحا و زہّاد و فقراء و عبّاد و دیگر بندگان الٰہی کہ از مائدۂ نعمتِ خسروی بہرہ مے ربایند و در سایۂ عاطفتِ حضور تربیت میبابند - زود مدافعتِ جملہ بلیّات و مقاومت تمامی مکروہات تواند کرد کہ مخبرِ صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا را رادّ القضا فرمودہ است - اَللّٰہُ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ +

عریضہ بنامِ نامی جناب مرزا اسد اللہ خاں غالب در بیان معنی شعر نظیری بجناب ممدوح آنرا ناقصِ العیار و نظری قرار دادہ بود حسب ایمائے انجناب

قبلہ و کعبہ - سخنے را کہ اندازہ دانانِ گفتار و ادا شناسانِ معنی از نظرِ اعتبار انداختہ باشند - گو ہمہ از نظیری و عرفی باشد بہیچ تاویل و توجیہ طراز قبول نتواں داد خاصہ بسعی ہیچمدانے

کہ بلدِ راہ سخن و مردِ این فن خودنیم چگونہ این نقش درست تواند نشست۔ الحق شکستہ را بستن و گسستہ را پیوستن و پارہ را دوختن کارے ست بس دشوار و دشوار تر ازان آشنا و طرف شدن با استادانِ فن و مردانِ کار۔ وانگاہ باکسیکہ در سخنوری و سخندانی و نکتہ سنجی و نکتہ رانی یگانۂ روزگار بودہ باشد۔ حقا کہ پاس امتثالِ امر واجب الاذعان در نظر دارم و در نگارشِ معنی شعر نظیری کہ مخدوم آں را نظری داشتہ اند ہرگز جرأتے بکار نمے رفت چہ مرا کہ ازاں چشمہ آب خوردہ ام و ازاں مائدہ زلہ ربودہ ام۔ اگر بفرض محال رائے در فہم معنی شعر بر صواب بودہ باشد۔ در برابر گفتگوئے کہ باآں حضرت درمیان آید چارہ جز تسلیم و جواب جز خموشی نیست۔ بِللہ الحمد کہ سر از فرمان نہ پیچیدہ ام۔ اگرچہ سر رشتۂ ادب از دست رفتہ است۔ خطا نمودہ ام و چشم آفرین دارم۔ والسلام مع التحیۃ والتکریم۔

قال نظیری

جذبِ عشقم فی المثل در حُسن پیدا ساختن ۔۔۔ خضر چاہ یوسفم از آبِ حیوان نیستم

بدانست خاکسار قائل از عشق و حُسن درین شعر عشق و حُسن مُطلق خواستہ است چنانکہ این ہر دو مفہوم از حدیث قدسی کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ مستفاد مے شود۔ کنز مخفی ہماں حُسن مطلق است۔ و اقتضائے ذاتی کہ از لفظ اَحْبَبْتُ فہمیدہ می شود و تعبیر ازاں بعشق میتواں کرد۔ اگرچہ منشائے ظہور کنز مخفی ہماں اقتضائے ذاتی ست و بس۔ اما اطلاق منشائیہ بر اعیان موجودات۔ ہم کہ بمنزلۂ علتِ مادیہ اند۔ مراں ظہور را در امثالِ مقدماتِ خطابیہ و شعریہ میتواں کرد۔ قائل دعوئے میکند و دعوئے خود صادق ست کہ منکہ از جملۂ اعیانِ موجوداتم در پیدا ساختنِ حسن مطلق حکم جذبِ عشق پیدا کردہ ام۔ گویا خضرم کہ از چاہ یوسف نشان میدہم نہ آں خضر کہ از آبِ حیوان نشان میدہم

خود را بجذب عشق۔ و کنز مخفی را کہ عبارت از حسن مطلق است بیوسف در چاہ افتادہ تشبیہ
دادہ است و وجوہ تشبیہ ظاہر است فقط ۔۔

بنام جناب حافظ قاضی عبد الرحمٰن مرحوم پانی پتی متخلّص تحسین

یارب این قدر سرگرمیِ آرزو و فزونِ سریِ خواہش اگر از جنون جولانی ہوس نیست و نکاری
طمع خام است۔ چرا کہ دمبدم زخم درد دل در بالیدگی و پیکرِ جان در کاہیدگی و بیتابیِ دل
در فزونی و توسنِ صبر در حرونی چرا است۔ و اگر اینہمہ تو قلمہ نیہا از خونگرمی مہر و وفا و بالادستی
شوق کار فرما است۔ آنچیست کہ صاعقۂ محبت ہنوز بخرمن آسائش دست ہمتے نکماشتہ
و صرصر تاثیر دوستی برد و بے نیازی از خاطر نازکش برنداشتہ۔ چہ اگر آنست دیر تر صورت
نہ بندد و اگر نیست از دل بدل رہ د پیوند۔ کما بیش شش سال ست کہ دل جویائے صال و
جان آرزومند ملاقات و چشم طالب دیدار و گوش مشتاق پیام است۔ ہر کہ یکچند از غصۂ
انتظار۔ دندان بر جگر افشردہ و روزگارے بیادِ دوستدارے بسر آوردہ باشد۔ مے داند
کہ جاودان بہ عذاب دوزخ مبتلا بودن بہ کہ ساعتے در امیدواری گذرانیدن۔ آہ از من کہ
عمرے بدین غم و غصہ و تپش و اضطراب گذرانیدہ و شبہا از قلق جدائی نخفتہ مدہا ہا
آہ نیم شب و روئی نیاز سیدہ ام ؎

بے تو گز زیستہ ام تلخی این رنج　　بگذر از مرگ کہ وابستہ ہنگامے ہست

ہر چند در نگارش احوال خود با و پرسش اخبار ہمہ گر تصورے و درنگے کہ رفتہ نہ از آنسو بلکہ از نسیو
ہم بر روے کار آمدہ۔ و از نیجا ست کہ در شکوہ گذاری نامہ را ولیر نمیتوانم کرد۔ اما اگر راست
پرسی واز حق نہ رنجی میتوانم گفت کہ در پرسش جوے اخبار و تفتیش احوال کوششے کہ بجا آوردہ

وجہدے کہ بکار بردہ ام مرا از عہدۂ پیام گذاری و نامہ نگاری بدر آورد۔ اگر باور نکنند اینک عالمے بر صدق دعوے من گواہ است۔ ہر جا کہ رفتہ۔ باکسے از روشناسان شما برخوردہ ام اول از شما پرسیدہ ام۔ باز سخن دیگر بزبان راندہ ام۔ اما از شما آنمایۂ التفات بلکہ صد یک از آں ہم چشم نداشتم۔ وچگونہ چشم تواں داشت کہ باآنکہ زمانے دراز در پانی پت اقامت ورزیدند و باپسیارے از آشنا و بیگانہ صحبتہا اتفاق افتاد۔ اما یاد ندارم کہ در پانی پت کسے را یاد آوردن شما ازیں ناکس گمنام بیان آوردہ باشد۔ حقا کہ استواری اساسِ مودت و اتحاد و صفائے مشرب و مذہب اخلاص نہ بجد یست کہ آں ہیچ مہد منہ جا تواند جنبید و ایں ہیچ کدورت متغیر تواند گشت۔ ورنہ داد آنست کہ درمیانہ آشنائی و بیگانگی گردش چشمے بیش نیست۔

نومیدی از وصال تو طاقت گداز بود صد جا گرہ زدیم امید بریدہ را

الحاصل بندہ تا یک ماہ در دہلی مقیم ست امید کہ زود نہ دیر جواب ایں اخلاص نامہ ارزانی فرمایند۔ بدیں نشان کہ لفافہ در دہلی متصل چتلی قبر بمکان نواب محمد مرتضی خاں مرحوم نزد مکتوب الیہ برسد۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بعد رسیدن جواب آں سرگذشت ایام جدائی بتفصیل نگارش خواہم کرد۔ اکنوں کہ ورق بپایاں رسید و مجال وقت تنگ و افسانہ بس دراز نامہ بحرف اشتیاق تمام ختم شد۔ والسلام والاکرام

ایضاً

رسید نہاے منقارِ ہما بر استخوان غالب پس از عمرے بیادم داد رسم راہ پیکاں را

الحمد للہ کہ نامہ والا بعد مدت دراز رسید و رابطۂ دیرینہ را نوی بخشید و مرا از شکایتہائے بیجا

منفعل ساخت. دانستم که بر انداختن مراسم صوری پیوند معنوی را زیان ندارد. اما این قدر
هست که چون راهِ نامه و پیام بسته شود و این حالت لختے به درازی کشد تلکے را از هر دو
جانب بحکم بے اختیاری‌هائے شوق سر رشتۂ ضبط و تمکین از دست نرود و سر حرف باز نتوان
کرد. و باخیار همدگر به نتوان خورد. گمان نبرند که در پردۂ سپاس گذاری بر دوست منت می‌نهم
همانا شکرے که بوئے شکایت ندهد و سخنے که بکنایه ادا کرده نشود. بیگانۂ مذاق آشنائی است
ورنه حاشا ثم حاشا که اندیشۂ دیگر در سینۂ اخلاص آگین گنجایش داشته باشد. چون از سرگذشت
مخلص استفسار فرموده اند پارۂ ازاں گذارش کرده میشود. مخفی مباد که هرگاه سنگ تفرقه
بر سر جمعیت رسید. و گلشن فراغ را موسم خزاں پیش آمد. شما در گورگانوه از یار و دیار دور
من هم به پانی پت در شکنجۂ جدائی رنجور. دو سه سال در بیت الحزن معتکف بودم و دل همیشه
را بوعدۂ امروز و فردا همے فریفتم. تا آنکه لشکرِ وحشت هجوم آورد و سر رشتۂ ثبات از دست
رفت. رخت سفر به دهلی کشیده آمد. و از آنجا بمیرٹھ و از آنجا به مراد آباد. و باز از مراد آباد
بجانب سکندره اتفاق مراجعت افتاد. روزے چند هم در آنجا بخدمت برادر مکرم اقامت
ورزیدم. چون دو سه ماه برین برآمد و خواهشے که درین کشش و کوشش مطمح نظر بود روائی
نه پذیرفت. ناچار بازمانۂ ناسازگار در ساختم. نواب محمد مصطفےٰ خاں بهادر رئیس جهانگیر آباد
در بلند شهر اقامت داشتند. مرا بخدمت ایشاں بردند. بعد از آنکه گفتگوها و پرسش‌ها
بمیان آمد بحکم مناسبتے که دیدند مرا در گوشۂ خاطر جا دادند و بملازمت خود برگرفتند. کما
بیش چار سال است که در جهانگیر آباد زندگانی بسر مے برم. وجه معاش اگرچه ما قل و کفی است
اما لطفِ صحبت از حوصلۂ توقع فزوں تر است. و درین روزگار که آدمی عنقا و آدمیت حکم
کبریت احمر دارد. ملازمت این یگانۂ روشن طبع آگاه دل را از فتوحات غیبی مے شمرم

ذہنِ ثاقب و فہمِ رسا و طبعِ جواد و خلقِ کریم و فکرِ صائب و نظرِ عمیق بدیں پایہ کمتر دیدہ شد
الحق فرشتہ را طبعِ کرشمہ سنج و خاطرِ سحر آفریں بخشیدہ بصورتِ انسان آفریدہ اند و انگاہ
خون گرمی خلف الصدق ایشان نواب محمد علیخاں کہ بحلیۂ تہذیب آراستہ و بزیورِ اہلیت
پیراستہ مروے است مرا از من ربودہ است سخن کوتاہ ناستے دارم کہ اگرچہ بدیں شکل
بروے رسیدنش دہد

روزگارم گرچنیں با او نظیری بگذرد رشکِ آید عالمے را بر منِ احوالِ من

شنیدہ ام کہ دریں عرصۂ مدت ورزشِ سخن را بغایتِ کمال رسانیدہ اند۔ از مرزا
صاحب اکثر ستائیشہا دربارہ آں مکرم شنیدہ ام حیف صد ہزار حیف کہ من بگفتارِ شما
کار کام و زباں نسازم۔ و بیگانگاں ازآں کامیاب شوند۔ امروز بہ پانی پت میروم
رمضان ہم درآنجا بسر مے برم۔ پاسخِ اخلاص نامہ بہ پانی پت فرستند۔ و زود فرستند و یک
دو غزل از نتائجِ فکرِ بلند درآں صحیفہ رقم فرمایند۔ و اگر فرصت دست دہد در زمین غزلِ
نظیری کہ بالا گذشت سگالش فرمودہ سامعۂ یاراں بنوازند۔ بارہا تذکرۂ صاحب با
نواب صاحب درمیان آمدہ است۔ اما از گفتار شما ہیچ نشنیدہ اند۔ ولاکن شوق بسیار
دارند۔ دیگر آنکہ طول ایام جدائی بغایت رسیدہ و چرخ شعبدہ باز ہمچناں در عمدہ تفرقہ
اندازیست۔ و فرصتِ جمعیت چوں وقت رفتہ باز آمدنی نماید و غالب کہ بقیتۂ
زندگی در آرزو من بہا بگذرد۔ اکنوں کہ ماہِ رمضان است۔ تقریبِ عزمِ وطن بہتر از یں
بدست نخواہد آمد۔ اگر آں مکرم نیز دریں ایام بہ پانی پت بیایند و ماہِ مبارک ہمراہ آنجا
بسر برند چہ خوش باشد۔ واللہ معکم اینما کنتم۔

بنام جناب منشی امیر احمد صاحب مینائی

ساختن ممنونِ دیدار و بحسرت سوختن　　　از قصورہائے حسرتان خداداد منست

یارب ہر دردے را بدوائے چارہ بتوان کرد و ہر گرہے را بناخنے باز بتوان نمود. اما سوزِ دروں کہ تمنا نام دارد و نامِ دیگرش ناشکیبائی است چہ بلا زحمتے است کہ بہ ہیچ افسوں چارہ پذیر نیست. تشنہ را بدم آبے و گرسنہ را بہ پارۂ نانے تسلی بتوان داد. و آرزومند دیدار بوصالِ جاودانی سیر نتواں کرد. ازینجاست کہ پروانہ وصفِ چراغاں از تپ و تاب باز نہ ایستد. و بلبل در عینِ بہاراں از نالہ و شیون دم فرو نگیرد. گوئی مغلوبِ سطوتِ شوق نوش از نیش و ہجر از وصل باز نشناسد.
وَلِلّٰہِ دَرُّ مَنْ قَالَ ؎

قَالُوا لِقَاءُ الْحِبِّ لِلْمَحْبُوْبِ تَسْلِیَۃٌ　　　وَلَیْسَ ھٰذَا سِوٰی ھَذْیٍ وَّ مَجْنُوْنِ
فَالْوَصْلُ عِلَّۃُ ھٰذَا الْاِعْتِلَالِ فَمَا　　　یُحَوِّلُ السُّمَّ تِرْیَاقًا لِتَسْکِیْنِ

بسے بر نیامدہ کہ نامۂ نامی خدام نزولِ اجلال فرمودہ انجمالِ دل آرائے لیلیٰ شعر و جلوۂ ہوش ربائے شاہدِ نظم در غرفۂ حدیقۂ معنی بروئے دل باز گشود و از حضورِ روحانی کہ بحکمِ سابقۂ ازلی دایما میسر بودہ است و خواہد بود بہ شہودِ جسمانی رسانید. و حجابِ دوری کہ پردۂ بصر بود نہ غشاوۂ بصیرت از میان برداشت. جائے آں بود کہ ازیں شادی برخود بالیدے و در پیرہن نگنجیدے. اما تشتتِ شوق کار فرما نگذاشت کہ لختے بخود آئیم و از صبر راحت بہرہ ربائیم. بالجملہ جگر تشنگیِ طلب بجائے رسیدہ کہ بزلالِ وصال ہم فرو نشستنی نیست تا بہ نامہ و پیام چہ رسد. حیرانم کہ دریں کشاکش چہ مے جویم و چہ مے خواہم

میگریم واز گریہ چو طفلم خبرے نیست　　　　در دل تہی ہے ہست ندانم کہ چہ ہست

ہیہات مضمونِ شکر ہمہ در لباس نظم ادا کردہ شد و باندازۂ شورش نہاں ہنوز یکے از صد نگفتہ ام۔ بہ کہ بعجز بیان معترف شوم و سخن بریں یک بیتِ عرفی تمام کنم ؎

غمزہ چوں تیغ زند لب نہ کشائی عرفی　　　　کہ بہ تحسین تو کیفیتِ زنہارے ہست

والتسلیم

نظمِ عربی

نظمِ عربی جو مخدومی منشی محمد کرم اللہ خاں دام بقاؤہم کی شادی کتخدائی کے موقع پر بطور مبارکباد کے بیماری کی حالت میں لاہور سے دہلی بھیجی گئی

[1] بنفسی ما به جاء البشیرُ — وما أفدی به شیءٌ یسیرُ

[2] فبشرنی وقد ألقیت سمعی — بسرٍّ لا یکافئه سرورُ

[3] فقمت إذًا وکیف یقوم مثلی — نحیفًا لیس یبعثه النشورُ

[4] شکیًّا لا یصاحبه أنیسٌ — غریبًا لا یُزار ولا یزورُ

[5] نسیت ولم أکد أنسی همومی — فما هذا النشاط وذا السرورُ

[6] أری الأرجاء قد مُلئت بهاءً — وفی القمرین فوق النور نورُ

[7] فیا لله من ربعٍ بهیجٍ — به صحبٌ وإخوانٌ حضورُ

---

[1] میری جان فدا ہو اُس خبر پر جو قاصد لایا ہے۔ مگر جو چیز میں فدا کرتا ہوں وہ حقیر چیز ہے ۱۲

[2] اُس نے مجھے ایسی خوشی کی خبر دی جس کی کوئی خوشی برابری نہیں کر سکتی ۱۲

[3] میں خوشی کے مارے کھڑا ہو گیا مگر مجھ جیسا ناتوان کیونکر کھڑا ہو سکتا ہے جسکو یوم نشور بھی نہیں اُٹھا سکتا ۱۲

[4] ایسا بیمار جسکا کوئی مونس نہیں اور ایسا مسافر کہ نہ اُس سے کوئی ملے اور نہ وہ کسی سے ملے ۱۲

[5] میں بھول گیا اپنے رنج جنکو بھول نہ سکتا تھا۔ یہ کیسا نشاط ہے اور کیسی خوشی ہے ۱۲

[6] میں چاروں طرف روشنی ہی روشنی دیکھتا ہوں۔ اور چاند سورج میں معمولی نور سے زیادہ نور پاتا ہوں ۱۲

[7] وہ پُر رونق مجلس کیسی مجلس ہو گی جس میں یار اور بھائی جمع ہوں گے ۱۲

كأنّ النّاس حول العرس كانوا	نجوماً بينها قمرٌ منيرُ
وارجو حضرة الاصحاب فيه	بشوقٍ لا الى هوسٍ يصيرُ
فان يك فاتني ما كنت ارجو	اذاً قد فاتني خيرٌ كثيرُ
أُحبُّ ولستُ أكذبُ عرسَ قومٍ	لهم ولعرسهم شانٌ كبيرُ
ابوه وجدّه وهلمّ جرّاً	سريٌّ او غنيٌّ او اميرُ
له في ذاته كرمٌ عميمٌ	كما في اسمه كرمٌ شهيرُ
فقرّت اعينُ الزوجين قرّاً	الى ما كان للدّنيا قرورُ
وكان مباركاً لهما ازدواجٌ	بودٍّ لا يشن اخاله نفورُ
فباطنه كظاهره صلاحٌ	واٰخره كاوّله حبورُ

[۱] گویا کہ لوگ دولہا کے گرد ستارے ہیں اور اُن کے بیچ میں چاند روشن ہے ۱۲

[۲] میں وہاں یاروں میں شامل ہونے کی آرزو رکھتا ہوں۔ دلی شوق سے نہ جھوٹ موٹ ۱۲

[۳] پھر اگر میری یہ آرزو پوری نہ ہوئی تو بڑی دولت میرے ہاتھ سے جاتی رہی ۱۲

[۴] میں سچ کہتا ہوں کہ مجھے اُن لوگوں سے کہ دولہا سے محبت ہے جن کی اور جن کے دولہا کی بہت بڑی شان ہے ۱۲

[۵] دولہا کے باپ اور دادا اوپر تک یا سردار تھے یا دولتمند یا حاکم ۱۲

[۶] دولہا کی ذات میں بھی کرم عمیم ہے۔ جیسے کہ اُس کے نام میں مشہور کرم ہے ۱۲

[۷] خدا کرے جب تک کہ دنیا قائم ہے۔ میاں اور بی بی دونوں کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں ۱۲

[۸] اور دونوں کو یہ عقد خالص محبت کے ساتھ مبارک ہو ۱۲

[۹] اس عقد کا باطن مثل ظاہر کے بھلائی ہو اور اس کا آخر اول کی طرح خوشی ہو ۱۲

ذیل کی ابیات دہلی کے احباب کو لاہور سے اُس وقت لکھکر بھیجی گئی تھیں جبکہ راقم دلّی سے بدلکر لاہور کے سررشتۂ ترجمہ میں چلا گیا تھا اور دوستوں کی جدائی میں مغموم تھا

هَلْ مَنْ يُبَلِّغُ عَنْ مَحْصُوْرٍ لَاهُوْرَا ۔۔۔ عَنْ مُبْتَلًى فِيْهِ بَعْدَ الْكَوْرِ بِالْحَوْرِ [۱]

إِلَىٰ دِيَارٍ بِهَا سَلْمَىٰ وَأَهْلُهَا ۔۔۔ أَنْ لَمْ يَكُنْ فِيْ زَمَانِ الْبَيْنِ مِنْ خَيْرِ [۲]

هَلْ فِيْكُمْ مَنْ يُوَاسِيْ حَائِرًا أَسِفًا ۔۔۔ بِمَا مَضَىٰ مِنْ دَوَامِ الْقُرْبِ وَالزَّوْرِ [۳]

وَلَمْ يَزَلْ حَدَثَانُ الدَّهْرِ يُزْعِجُنِيْ ۔۔۔ يَوْمًا بِنَجْدٍ وَيَوْمًا كُنْتُ فِيْ غَوْرِ [۴]

لٰكِنَّنِيْ رَاسِخٌ فِيْ حُبِّكُمْ قَدَمِيْ ۔۔۔ فَلَنْ أُحَوَّلَ عَنْ طَوْرٍ إِلَىٰ طَوْرِ [۵]

إِنِّيْ أُحِبُّ وَأَهْوَىٰ أَنْ أُلَاقِيَكُمْ ۔۔۔ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ نَحْوَكُمْ مَسْعَايَ أَوْ سَيْرِيْ [۶]

إِنِّيْ أَرَانِيْ وَقَدْ أُنْضِيْتُ مِنْ نَصَبٍ ۔۔۔ بِحَيْثُ لَمْ أَبْقَ أَنْ أَمْتَازَ عَنْ غَيْرِيْ [۷]

وَإِذْ رَأَيْتُ قَضَاءَ اللّٰهِ مُحْتَكِمًا ۔۔۔ رَأَيْتُ نَفْعِيْ طَوَىٰ فِيْمَا يُرَىٰ ضَيْرِيْ [۸]

---

[۱] کون ہے جو پیغام پہنچائے لاہور میں گھرے ہوئے کی طرف سے جو کہ یہاں آکر آسائش کے بعد تکلیف میں مبتلا ہوگیا ہے ۱۲

[۲] اُس دیار میں جہاں سلمیٰ اور اسکے اہالی موالی رہتے ہیں یہ پیغام کہ جدائی کے زمانہ میں بھلائی بالکل نہ تھی ۱۲

[۳] کوئی تم میں ایسا ہی کہ جو غمخواری کرے ایک حسرت زدہ کی جو گزشتہ صحبتوں اور ملاقاتوں پر افسوس کر رہا ہی ۱۲

[۴] ہمیشہ زمانہ کے انقلاب مجھے بے آرام کرتے رہے ہیں۔ کبھی بلند جگہ اور کبھی پستی میں میری گزرتی رہی ہے ۱۲

[۵] لیکن تمہاری محبت میں میرا قدم جما ہوا ہی۔ سو میں ایک حالت سے دوسری حالت بدلنے والا نہیں ہوں ۱۲

[۶] میری خواہش اور میری آرزو یہی کہ تم سے ملوں اگرچہ تمہاری طرف دوڑنا اور چلنا میرے اختیار میں نہیں ہے ۱۲

[۷] میں جبکہ غم سے تحلیل ہو گیا ہوں اپنے تئیں ایسا پاتا ہوں کہ اپنے میں اور دوسرے میں تمیز نہیں کر سکتا ۱۲

[۸] مگر جب میں نے حکم الٰہی کو سراسر حکمت سمجھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ میرے ضرر ہی میں میرا نفع مضمر ہے ۱۲

ارجو من الله بعد العسر میسرة | اِمّا علی مهلةٍ مّا او علی فور

ذیل کی نظم کارڈری[1] صاحب کی شان میں اُسوقت لکھی گئی تھی جبکہ وہ لاہور میں قائم مقام ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم تھے اور راقم سررشتہ ترجمہ میں کام کرتا تھا اور صاحب ممدوح سے ایک معاملہ میں سفارش کا خواستگار تھا۔

لنا اسبایئین عند خصاصة[2]	تکون بنا ان نلتجی بالقصائد
فنثنی علی من کان یکفی امورنا[3]	ولاسیما من کان اشعر ناقد
وانت الذی یحوی الفضائل جمّة[4]	کما تحتوی الدأماء جمّ الفوائد
فتشناک تفتیش اللحاة عن العدی[5]	فلم نر شیئاً فیک غیر المحامد
لقد قلما ولیت امر جماعةٍ[6]	فمیزت منهم واحداً بعد واحد
ومن ذا الذی یغریک ذرب لسانه[7]	فانک لاتشری بضاعة بکاسد

[1] اب میں خدا سے سختی کے بعد آسانی کی امید رکھتا ہوں خواہ کسیقدر دیر کے بعد اور خواہ جلدی ۱۲

[2] ہم ایسا دو سے جب ہمیں کوئی حاجت پیش آتی ہے تو ہم قصائد کی پناہ لیا کرتے ہیں ۱۲

[3] پس اس شخص کی تعریف کرتے ہیں جو ہماری کاربرآری کرے خصوصاً ایسا شخص جو شاعر اور نقادِ سخن بھی ہو ۱۲

[4] اور تو وہ شخص ہے کہ تجھ میں بہت سے فضائل جمع ہیں جیسے کہ دریا میں بہت سے فوائد جمع ہوتے ہیں ۱۲

[5] ہم نے تیری اسطرح چھان بین کی جیسے نکتہ چیں اعدا کی کرتے ہیں مگر ہم نے تجھمیں کوئی شے خوبیوں کے سوا ۱۲

[6] تھوڑے ہی دن ہوئے کہ تو ایک محکمہ کا افسر بنایا گیا ہے سو تونے اُسمیں ایک ایک کو اچھی طرح پرکھ لیا ۱۲

[7] وہ کون شخص ہے جسکی چرب زبانی تجھکو دھوکا دے سکے۔ کیونکہ تیری پسند کھوٹے سکے کو نہیں قبول کر سکتی ۱۲

سلہ یہ وہی کارڈری صاحب ہیں جو آخر کو ریزیڈنٹ مقرر ہو کر حیدرآباد گئے اور کئی سال وہاں رزیڈنٹ رہے ۲

ولم یُنسك الغُیّاب عنك مغیبهم[۱]	فعندك حقّ الغائبین کشاهد
أتیتَ ببدعٍ لم یجئ قبلُ واحدٌ[۲]	إلیه سبیلاً من ذکیّ وخامل
کشفتَ غطاءً عن خبیّات هومرٍ[۳]	کما یکشف الصبح الدجی عن مراقد
وهل بعد هذا الفضل للمرء حاجةٌ[۴]	إلی غیره من بیّنات الشواهد
مدحتك حقّاً غیر مطرٍ مبالغ[۵]	وشأنك عندی فوق تلك المحامد

مبارک باد شادی کتخدائی جناب مرزا ثریا جاہ صاحب گورگانی خلف اوسط جناب مرزا ہدایت افزا المعروف بہ مرزا الٰہی بخش مرحوم جو میرے عزیز دوست مولوی مرزا اشرف بیگ مرحوم کی فرمائش سے لکھی گئی تھی

أبیتَ اللعنَ[۱][۶] نخبةَ آلِ قومٍ	إلیهم ینتهی کلُّ المعالی

---

۱ تجھکو غائبین کا نظر سے اوجھل ہونا بھلا نہیں سکتا۔ تیرے نزدیک غائب اور حاضر میں کچھ فرق نہیں ۱۲

۲ تونے ایک ایسا نادر کام کیا ہے کہ تجھ سے پہلے کسی ذکی یا غبی کو اُس کا رستہ نہیں ملا ۱۲

۳ تونے ہومر کی نظم کی مشکلات کا پردہ اس طرح اٹھا دیا ہے جیسے صبح خوابگاہوں سے اندھیرا زائل کر دیتی ہے ۱۲

۴ کیا اس فضیلت کے بعد آدمی کو کسی اور روشن تر شہادت کی حاجت باقی رہتی ہے؟ ۱۲

۵ میں نے تمہاری تعریف سچ سچ بغیر مبالغے کے کی ہے۔ مگر میرے نزدیک تمہاری شان اس تعریف سے بالاتر ہے ۱۲

۶ تو لعنت سے محفوظ رہیو۔ اے اُن لوگوں کی اولاد کے انتخاب جن کی طرف تمام بڑائیاں منتہی ہوتی ہیں ۱۲

---

۱ کارڈرہی صاحب نے یونان کے مشہور شاعر ہومر کی کتاب نظم یعنی الیڈ کا ترجمہ یونانی سے انگریزی نظم میں کر کے انگلستان میں بڑی شہرت حاصل کی ہے۔ یہ اُسی ترجمہ کی طرف اشارہ ہے ۱۲ حالی ۔ عرب زمانۂ جاہلیت میں سلاطین و ملوک سے خطاب کرتے وقت یہ جملہ بطور تحیت و دعا کے بولا کرتے تھے اس کے لفظی معنی یہ ہیں کہ تو لعن مدح ما سے ہمیشہ بچا رہیو ۱۲

لہم بین الوریٰ ذکرٌ رفیعٌ[۵۱]	وشانٌ فی ملوک الدھر عالِ
وانک انت یا من طاب نفساً[۵۲]	لھم خیر الجد ودلخیر آلِ
خطبت کریمۃً من طیبات[۵۳]	اولات الفضل خیرۃ الفعالِ
فیا للمنتدی خیر التوادی[۵۴]	بہ حققت موالات الموالیِ
ویا للعرس من فحل کریم[۵۵]	اثیل المجد محمود الخصالِ
یجود بما یضن ولا یباھی[۵۶]	ویفعل ما یشاء ولا یبالیِ
یجیب السائلین بغیر مکث[۵۷]	ویعطی العائلین بلا سؤالِ
وان یک اصغر الاقران سناً[۵۸]	فاکبرھم بلوغاً فی الکمالِ
فبورک فیہ مادام الثریا[۵۹]	وما انسلخ النہار من اللیالیِ

۵۱ جن کا نام دنیا میں بلند ہے اور جن کی شان شاہان عالم میں عالی ہے ۱۲

۵۲ اور تو اے پاک نفس! اُن اچھے آبا و اجداد کی اچھی اولاد ہے ۱۲

۵۳ تونے ستھرائی اور بڑائی والیوں اور پسندیدہ خصال مستورات میں سے ایک عالی خاندان لڑکی سے شادی کی ہے ۱۲

۵۴ پس وہ کیسی شاندار محفل ہوگی۔ جہاں دوستوں میں محبت متحقق ہوتی ہے ۱۲

۵۵ اور کیسا شاندار دولہا ہے۔ جوانمرد سخی۔ خاندانی بزرگی والا اور پسندیدہ خصلت والا ۱۲

۵۶ دے دیتا ہے جو چیز نہیں دی جاتی اور فخر نہیں کرتا۔ اور کر بیٹھتا ہے جو چاہتا ہے اور کچھ پروا نہیں کرتا ۱۲

۵۷ مانگنے والوں کی بلا توقف سنتا ہے اور محتاجوں کو بغیر مانگے دیتا ہے ۱۲

۵۸ اگرچہ عمر میں ہمچشموں سے چھوٹا ہے۔ مگر کاملیت کی حد کو پہنچنے میں سب سے بڑا ہے ۱۲

۵۹ پس برکت دیا جایو جب تک کہ آسمان پر ثریا ہے اور جبتک کہ راتوں سے دن برآمد ہوتے رہیں ۱۲

قصیدۂ بائیہ

در شان حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرہ کہ ہنگام اقامت آنجناب در مدینہ منورہ از ہند بخدمت بابرکت ایشان فرستادہ شدہ بود و از آنجا اطلاع رسیدن آں ابیات حضرت ایشان بدستخط خاص در عبارت مندرجہ ذیل دادہ بودند

بسم الله الرحمن الرحیم — من عبد الغنی ابن ابی سعید الی الفاضل النبیل والادیب الجلیل المولوی الطاف حسین — السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته.. وصل مکتوبکم الشریف مع القصیدة الی العبد الضعیف مع فصاحته وبلاغته لا یخلو عن الشین من جهة الهمزه ـــ لا عیب فیهم غیر ان سیوفهم، فیها فلول من قراع الکتائب،، واستحسنها بعض ادباء المدینة المنورة لما فیه من البراعة والفصاحة الله یتجاوز من ذلک وینفعکم بها علی منایا و مآرب بجاه صاحب الشفاعة الکبری سیدنا محمد و آله واصحابه فلک السعادة ونجوم الهدایة بلا ریب وخلل ـ والسلام

هَوَی الحُورِ بَلوَی کُلِّ حِبرٍ ونادبٍ　　وفتنةُ قِسّیسٍ وزَلّةُ رَاهِبِ

وهزمٌ لمنصورٍ وفتحٌ لخاذلٍ　　وعزٌّ لمغلوبٍ وذلٌّ لغالبِ

وما من نساء الحیّ للعزّ مُخلصٌ　　بلیحٍ قد استأسرنَ اهلَ التجاربِ

ولیس بداءٍ کادَ یُشفی سقیمه　　صَبابةُ قلبی بالعذاری الکواعبِ

قد اختطفت لُبّی ودُرعی ملیحةٌ　　بلطفٍ مُدارٍ لا بعبسِ مُعاتبِ

معطّلةُ الآراءِ من غیرِ رُقیةٍ　　مُقتّلةُ الاحشاءِ لا بالمضاربِ

وصاحبةُ العشاقِ لا فی مکائدةٍ　　وکاذبةُ المیثاقِ لا بالمُراقبِ

لفی نظرةٍ منها وغمزٍ ولمحةٍ　　بلاءٌ لذی وَرَعٍ الی الله تائبِ

وکم من حیاءٍ دُونها وتصعّبٍ　　وحصنٍ من التقوی وخوفِ العواقبِ

عَجِبنا لها قد خرّ موسیٰ صَعِقَه　　ولکن راینا عند کشفِ الجلابِبِ

ذهبنا لنلهيها بنا عن مشاغلٍ فجاءت والهتنی عن الاشتغال بی
اشد بلاءً وصلها من فراقها اذا کان عند الوصل خوف المراقب
اُراقب وقت الوصل من غیر موعدٍ اصدق فی افدامها قول کاذب
الیلای ما اغناك عن شان مولعٍ له انت فی دنیاه قصوی المآرب
تناسیت فی ذکراك علمًا وحکمةً لانضیتُ آیامًا الیها رکائبی
ذهبت بصبری یوم اقمت فی الحمی نزلت وما انزلتِ حمل الرکائب
شغلتِ بلحظٍ قلبنا عن مشاغلٍ صرفت برمزٍ قصدنا عن رغائب
یُغشّی علی ابصارنا منكِ جلوةٌ کانك فی الاستار من غیر حاجب
عتابك حلوٌ فی المذاق فعاتبی وضربك حتی للرقاب فضاربی
ودونك قلب العاذلین بنظرةٍ لك الدّینُ عند العاشقین فطالبی
اَحِبّةُ لا تُشكُوا[1] احزینًا فربّما تُهَیِّجُ للاصحاب رَنّةُ صاحب
ذرونی وقلبی بالرزایا فانه مصائب اُخری ذکر تلك المصائب
لقد قل عونی فی اُخیٍّ کثیرةٍ کانّی غریبٌ بین خلٍّ وقارب
ولی من موالٍ انّما انا بینهم بمنزلة الکرار بین النواصب
وفیما الی سلمی وصولی فاننی ضللت سبیلی فی ضیاء الکواکب
لاصبح یوم البین کاللیل مظلمًا کان صباحی قطعةٌ من غیاهب
کما اظلم الدّهلی بتغریب کوکبٍ مضیئٍ علی عُربٍ عن الهند عازب
عروفٍ غزیر العلم هادٍ ومرشدٍ جلیل المساعی مستفیض المناقب
صبورٍ علی البلوی شکورٍ علی النُّهی نفورٍ من الدنیا الی الحقّ راغب

[1] لا تشکوا من الاشکاء بشکوہ آوردن ۱۲

منار کمالٍ مقتدی کل کاملٍ ... محیطٌ بحالٍ منتهی کل طالب

اذا ما قضی عدلٌ صدوقٌ اذا روی ... مصیبٌ اذا افتی اذا قال صائب

وحید الوری عبد الغنی الذی له ... اوائل مرآةٌ لکشف العواقب

یقوم غبیٌّ جالس الشیخ ساعةً ... بقلبٍ ذکیٍّ مطمئنٍّ مراقب

ویرجع رجعًا قهقری دون بابه ... ضلالة ضلیلٍ وخیبة خائب

لیعلم علم الناس بالشمس فی الضحی ... باسرار موجودٍ واحوال غائب

بدایته اقصی نهایات منتهٍ ... نهایته قصوی عنایات واهب

مهابته فی نفس الفٍ ووامقٍ ... ارادته فی قلب عادٍ وجانب

هو السابق الغایات من صاعدی العلی ... الی رحلهم لا ینتهی سیر راکب

کراماتهم مشهورةٌ فی مشارقٍ ... مقاماتهم مذکورةٌ فی مغارب

لاوضح برهانٍ علی اختصاصهم ... بموهبة الرحمن خیر المواهب

صیانتهم من کل طاغٍ وعاندٍ ... اذا غلبوا فی الهند کل اغالب

وممن یصدون السبیل امامهم ... وکم خلفهم اذ هاجروا من معاقب

فلما احیطوا انما کان حولهم ... نصال العوالی او ذباب القواضب

ولما اتی نصرٌ من الله بغتةً ... لقد سابقوهم معجزی کل ناهب

تاثره شرعٌ عن نبیًا وقاطنًا ... فیا عجبا من رائجات الجلائب

ولم یر وحتی اجتاز ابا رقومه ... فقد ورد الینبوع[له] اصل المشارب

له اشارة الی ما نقل عن بعض الثقات ان الشیخ الممدوح رای لیلةً سید الطائفة خواجه بهاء الدین النقشبند فی المنام فبایعه بلا واسطةٍ بعد ما بایع شیوخ عصره مع اقرانه والله اعلم ۱۲ حالی

مدحنا بما اختص الولی من مراتب	وفی الشیخ شان فوق تلک المراتب
سینفد دون الابتداء بوصفہ	اقاویل وصاف واوصاف کاتب

مبارکباد خطاب شمس العلما بجناب مولانا شبلی نعمانی کہ در علیگڈہ نوشتہ شد

یا وحیداً من الکرام فریداً	وعزیز المثلی علق نفیس
انت اولی بان تلقب شمساً	بل بان یجعلوک شمس الشموس
انت شمس الھدی ولست بشمس	یعتریھا الخنوس بعد الخنوس
انت طھرت ذیل دین مبین	لوثتہ اللئام بالتدلیس
ثم دافعت عن امام نقی	کان بعد النبی خیر رئیس
وعن الحق قد کشفت غطاء	بعدما اغلقوہ بالتلبیس
سرت فی الارض انت براً وبحراً	للمعالی ولا لامر خسیس
قلدوک التزام مدرس قوم	فیہ یرجی لھم کمال النفوس
فتقلدت والتزمت لزوماً	خدمۃ المسلمین بالتدریس
قمت بالدرس والدراسۃ فیھم	فارغاً عن ریاسۃ ورئیس
وجعلت الکمال غایۃ ھم	واتخذت الکتاب خیر جلیس
فعلی القوم لا زھالک حق	کلھم من وجوھھم ورؤس
صانک اللہ عن مکارہ حتی	صرت کالقلب منّا فی الخمیس

نثر عربی

ضراعت نامہ موسومہ اعلیٰ حضرت مولانا و مقتدانا شاہ عبد الغنی قدس سرہٗ کہ با قصیدۂ بائیہ در مدینہ منورہ ارسال داشتہ بود

هذه نبذ كلمات عذبة وعدة ابيات غير سديدة يتوسل بها العبد الذليل الصغر ليدين الملتزم بالشر والشين المتشبث بالطاف حسين كان الله له ولوالديه في النشأتين الى المولى الجليل والشيخ النبيل مالك أزمّة الاستكمال و التكميل الهادى الى سواء السبيل قدوة السالكين زبدة العارفين رأس الفقهاء والمحدثين قطب الملة والارشاد قبلة الابدال والاوتاد صدر الشريعة الغراء عماد الملة البيضاء ومظهر الانابة والاجتباء اوجه العلماء الاعلام مجاور حرم خير الانام وارث علم النبيّ مولانا ومرشدنا شاه عبد الغنى المجددى النقشبندى الهندىّ المدنيّ لازال ظل فيضه ممدودًا و قرع بابه مقصودًا سمعت يا مولائى ان اعرابيًا جاء الى هارون الرشيد بماءٍ كدرٍ ملحٍ أجاجٍ كان يظن الماء احلى من شرب النبات واصفى من ماء الفرات تقرب به الى الخليفة وجعل هدية له فدخل المجلس وعرضه عليه فاذا هو ماء مُنتن الريح مُرّ الطعم كدر اللون فتفرس هارون واطلع على داخلة امره وعلم ان الماء وان كان ملحًا فى نفسه ولكنه حلو فى مذاق الاعرابى فمنع القوم عن هتك سره وافشاء امره لكى لا ياخذه الندم فيرجع خائبًا آسفًا وامر بعطية جليلة له واخرجه على الحال من بغداد مخافة ان

یقیم بہا او یشرب من ماء دجلۃ فیجد حلاوۃً فی ذوقہ ولطافۃً فی طعمہ فیستحیی استحیاء النادم ویوض ببنان السادم فکذلک ارجوانا ایضا یا شیخ یا مولائی ان تنظر الی ما ارسلت الیکم من کلام ہجین وقول غیر متین نظرۃ یا القبول فاذن یعود ما فیہ من الخطاء صوابا ومن النقص تماما فانت من رجال اذا مرّوا باللغو مرّوا کراما وان تدعو لی بدعوۃ تکشف عنی الغمّۃ وتذکّنی بصرف الھمۃ وبذل النہمۃ مستعینا بجناب سید المرسلین و متمسکا بذیل رحمۃ العلمین فداہ امی وابی صلوۃ اللہ وسلام والہ واصحابہ اجمعین فاننی قد ملکت نفسی الاھواء واحاط بشراشر قلبی بلاء الاخلاق من السداد ولا سبیل الی الرشاد قد اخترت علی الاجل عاجلا والعجب ان العاجل ایضا کالاجل مفقود رضیت من الجلیل بحقیر والحقیر ایضا لیس بموجود فیا اسفی قد وقعت سہامی کلہا عن ھدف المقصود وبقیت صفر الکف فی الدنیا والاخرۃ +

کیف الوصول الی معاد دونہا　　قلل الجبال ودونہن حتوف

والرجل مافیۃ ومالی مرکب　　والکف صفر والطریق مخوف

فہا انت یا شیخ یایہا العزیز مسّنا واہلنا الضر وجئنا ببضاعۃ مزجاۃ فاوف لنا الکیل وتصدق علینا ان اللہ یجزی المتصدقین وسلام علی عبادہ الذین اصطفی من مجاوری حرم المصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم

دوسرا خط جناب ممدوح کے نام جس میں پہلے خط اور قصیدے کی رسید کا شکریہ ادا کیا گیا ہے

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا ونبینا محمد والہ وصحبہ اجمعین وبعد فیا ایہا الشیخ یا مولای سلام علیکم ازکی سلام ثم سلام علیکم الف الف سلام

قد بلغنی منکم ما کنت ارجوا من بشارۃ القبول واجابۃ المامول فشکرا لکم بعد شکر علی ما اذکرتمونی وتذاکرتم بالی من محاسبۃ الساعات ومراقبۃ الاوقات تاللہ لقد قرّت من الآمال بما لا یرجی ونلت بموھبۃ منکم عظمی ومن مثلکم شیٔ یسیر کم فیہ من خیر کثیر فانکم الیوم منتھی قصدی وقصارٰی املی لکل قریب وبعید شقیّ وسعید وانتم بارض تراب‌ھا شفاء الاسقام ومقام کریم لا یحلہ الا الکرام وانا العبد الذلیل الملتزم بالشرع الشین المدعو بالطاف الحسین تجاوز اللہ عما جنت یدیّ وغفر اللہ لی ولوالدیّ والسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی من مجاوری حرم المصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

مکتوب بنام مرزا اشرف بیگ مرحوم دہلوی از لاہور

سلام علیکم سلام غریب بعید الدار مھجور الاوطان والاوکار طویل اللیل عبوس النھار قد حل ارضًا لا انیس بھا ولا صاحب وضاقت علیہ بما رحبت واعیت بہ المذاھب لا یتمکن من عزمہ فیمضی قصدہ ولا یقدر علی نفسہ فیری رشدہ قد ترکتہ غرضًا لسھام الایام ودریۃ لطعان الاحزان والاسقام وحیدًا طریدًا بائنًا بعیدًا حزینًا کئیبًا قلقًا مکروبًا ولکنہ مع ما بہ من الھم والشجی والحزن والاسی وکآبۃ الفراق وحرارۃ المشتاق ولوعۃ قلبہ ولعوۃ حبہ وشتیت بالہ وجزعہ وبلبالہ لا یکاد یشغلہ عنکم شاغل ولا یحول بینہ وبینکم حائل۔ وقد القی ذکرکم بین عینیہ لیأنس بہ ویسکن الیہ وکلما یبلغہ کتاب او یھب ریح خطاب من عند احد من الاحباب یھیج لہ شوقًا الی شوق ویجشمہ من الھوی ما لا یسعہ الطوق فالحمد للہ حمد الصابرین الراضین بقضائہ کلما قضی للراجین رحمتہ

عند کل کربۃ وبوسی علی ما قد قیل ؎

اری الصبر محمودا وعنہ مذاهب — فکیف اذا ما لم یکن عنہ مذهب

هو المهرب المنجی لمن احدقت بہ — نوائب دهر لیس منهن مهرب

فالمرجو منکم یا معاشر الخلائق وخلص الاخوان ان لا تنسوا انما انتم اللہ علیکم من قرۃ اعینکم وسکینۃ قلوبکم فی محادثۃ الاحباب سرا وجهارا ومفاکهۃ الاتراب لیلا ونهارا وان تجعلوا شکر تلک النعمۃ ذکرنا ومواساتنا وتذکر ما فاتنا من اخضر عیشنا واطیب حیاتنا فلا یشغلکم شانکم عن شاننا ولا یبعدکم بعد مزارنا و من شملکم نظرۃ الینا ولو کانت بعد زمان یروی غلیل القلب اللهفان واما ما بلغنی الیوم بعد دهر طویل من کتابکم الجزیل وامرکم الجلیل فقد سرنی اشد سرور وصنع بی ما یصنع لقاء المحبوب بالمهجور وستجدون جوابہ ان شاء اللہ ردیف هذا الکتاب مندرجا فی کتابکم المطاب واما ما سألتم عن بعض اعمال المدارس فقد سألتم عن طلل دائل ورسم دارس والسلام علیکم و علی من یحبنا ونحبه ممن لدیکم وممن حوالیکم ؎

سلام علیکم اعلی سلام من قبل الغریب المستهام وبعد فهذا جواب ما بلغنی من کتابکم المتین وخطابکم الرزین فی لسان عربی مبین فوقع عندی موقعا حسنا وسررت بہ اشد سرور ولکنہ قد وقع فی اسلوبہ نحو من التمکث الغیر المعتاد

لہ اس خط کا آخری حصہ تلف ہو گیا اسلئے ناتمام حالت ہی میں چھپوا دیا گیا ہو ۱۲ حالی

فوالذی نفسی بیدہٖ ما منعنی منہ الا انہ کان الزمان زمان الفتنۃ والبلاء والمرض والوباء قد انزوت العافیۃ فی الزوایا واحدقت بالبلد انواع البلایا وکان الناس بین صرعی وقتلی فمنہم من لسعتہ الحمی ولدغہ الصداع ومنہم من قتلتہ الھیضۃ بذات الشفرتین من سیف الاسہال والھواع وکان الجدری العام مزیدًا علی ذلک ابتلیت بہ صغارہم وکبارہم وذکورہم واناثہم فہلک من ہلک ونجا من نجا۔ واما الباقون وانا منہم وقلیل ما ھم فکانوا بین الخائفین والراجین الذین یاتیہم الموت من کل مکان وما ہم بمیتین ولم یزل کان الامر کذالک حتی صار الموت والحیوۃ کفرسی رھان یسبق ھذہ تارۃ وتلک اخری ❊

کتابۃ اخری ارسلت بعد معاودۃ من حیدرآباد الی الوطن الی الجناب النواب عماد الملک الشہیر بمولوی سید حسین البلگرامی احد ارکان الدولۃ العالیۃ

اقمت مقتضیا شہرا وایامًا ۔۔۔ بجبل رافتکم فی حیدرابادہ

فہذا دعائی وتذکار لنعمتکم ۔۔۔ وشکر لاحسانکم یا سید السادہ

ولست بناس طول عمری صنیعتکم ۔۔۔ کذا جرت باذکار النعم العادہ

وبعد فقد وصلت یا سیدی فی ۲۰ نومبر یوم الثلثاء بنعمۃ اللہ وحسن توفیقہ من بمبئی الی دہلی سالمًا وغانمًا وکنت فی بمبئی نزیلًا فی منزل صاحبکم الجلیل المبجل الممتاز عن الاقران فی المعمورۃ بالسیر العادلۃ والاخلاق المرضیۃ السید غلام حسین

المتنزۃ عن کل شیئ الذی فی زورتہ سکینۃ للقلب وقریرۃ للعین ستین ساعۃ فعاملنی ھذا الفتی معاملۃ لا تکاد تقع بین الاجانب بل عاشرنی معاشرۃ الاصحاب بالاصحاب ورافقنی مرافقۃ الخلان بالخلان وارانی من خصائص المعمورۃ وعجائبھا ومراسیھا ومراکبھا فوق ما کنت ارجوان اراھا وله غیر ذلک من الصنائع التی صنع بنا ما لا یوصف باللسان ولا یفیہ اللفظ والبیان فیالیت شعری بای شکر ایاکم علی ما ھدیتمونی منزل الرجل النبیل ودللتمونی علی سواء السبیل الی خوان الخلیل ام احمد الرجل علی ما اکرمنی واحسن مثوی واعاننی علی ما کنت بصددہ من اطلاع احوال المعمورۃ وبالغ فی حسن الاضافۃ والقری ولم یاذن لی بالرحلۃ من بمبئی الا کرھا فواللہ لئن کان الاسمعیلیون کلھم متخلقین باخلاق اخیھم ھذا جزمت بان الناجیۃ من الفرق الاسلامیۃ ھی الفرقۃ الاسمعیلیۃ لا غیر ثم ان الرجل کان یقول مشتکیا عن جنابکم الرفیع انکم لم تکتبوا کتابا منذ زمان طویل ولم تطلعونہ علی احوالکم ولم تسالوا عنہ وعن احوالہ وامرنی ان اخبرکم بذلک واسالکم ان تدارکوا ما فاتکم وما علی الا البلاغ ٭

کتابۃ اخری الی مدیر الجریدۃ العربیۃ المسماۃ بالنحلۃ الادبیۃ فی لندن

قد ناسۃ القس الجلیل قد وصلنی من اول تموز الی اخر تشرین الثانی ثلثۃ اعداد من جریدتکم الفریدۃ المسماۃ بالنحلۃ الادبیۃ التی تلوح اثار قبولہ العامین من غرتہا البیضاء فتمتعت بما فیہا من سوانح الاخبار وبدائع الافکار وفوائد اخری یعجز عن حصرہا

لسان الاظهار فبعد ما اشكر غاية التشكر على يا احسنتم الى مثل هذا المسكين
بارسال الجريدة اقول انى مع بالى من شدة الولع وغاية الحرص على مطالعة
النحلة لا استطيع ان اشترك فيها وان مثلى فى الباب كمثل ظمان على راس بئرٍ
ماله دلوٌ ولا سببٌ يتوصل به الى الماء ولا قلبٌ يصبرُ على العطش ولكنى
اتعهد ان شاء الله بالسعى المقدور فى نشر نفحات النحلة و بركاتها بين ابناء الوطن
ومن الاخوان والخلان وغيرهم من رؤساء ادارات التعليم الذين يعرفوننى
ولو بادنى معرفة واما اغنياء هذه الصفحات من الملوك والامراء والاكابر
فليسوا فى شئٍ من ذوق العلم ومطالعة الجرنالات وتفحص الاخبار وذلك السعى
الذى تعهدتُ به لا يكون منّى على شرط عوضٍ من جنابكم بل يكون لمحض
اشاعة الخير والبركة بين الناس ولما يقتضيه الاخوة الانسانيّة من التعاون
والتعاضد هذا وان كنتم تمنّون بعد ذلك بارسال الجريدة فلا يسعنى الا ايثار
بغاية التشكر على هذا الامتنان باللسان والجنان الا انه فى عزم هذا النحيف على
تقدير وصول النحله فيما بعد ان ابلغُ فى كل شهرين او اكثر مرة واحدة بعض الحوادث
المهمة الواقعة بهذه الاقطار الى حضرتكم بمثل هذه العربية المستهجنة التى لا تكاد
تقع عند اهل اللسان موقعاً حسناً او باحدى اللغتين من الفارسيّه والهنديّه
ان لم يكن على خلاف شرط النحلة ثم لى فى خصوص امر الجريدة كلامٌ اخر لابد ان
ابوح به فى حضرتكم وهو انّ ترجمتها بالانكلزيّة ان كانت مطابقة بكل لفظ لفظٍ
من العربية بحيث لا يبقى لغةٌ من اللغات المؤلدة او المعربة مجهولة غير مُفسّرة
لكان اقرب الى فهم اهل الهند واوقع فى قلوبهم فان اللغات المتداولة بين ايديهم

من الصحاح والقاموس وغيرهما ليست بحافلة لجميع ما في العربية الحالية من الالفاظ القديمة والحديثة وطي هذه الصحيفة رقيمة اخرى بالانكليزية ارجو ان يكون النظر فيها منتجاً لبعض النتائج الحسنة والسلام خير ختام

صورة ما قرظت على المنظومات الضيائية التي اكثرها بالعربية ومنها بالفارسية والهندية

الحمد لله الذي حبب الي كلام الخطباء والشعراء في قلبي حلاوة النظم وذوق الانشاء فلا ارغب الا فيه ومن يرغب عنه الا السفيه فسبحان من انعم علي بالنعم التي لا تحصى ثم اختصني منها بتلك الموهبة الكبرى ومن ههنا فليعلم اني لا يسعني السكوت عن مدح ما يقع عندي موقعاً حسناً من نظم بهي او نثر شهي او بيان رائق او كلام فائق واما ان اتكلف في مدح او اعتسف في قدح او ابالغ في الازدراء او اجنح الى الاطراء فلا يتأتى مني ابداً ولا افعله سهواً او عمداً ولذلك ارجو من الله المستعان ان اكون فيما اصف مشهوداً لي بالصدق والصواب حتى لا يروني الا الناطق بالحق من غير شك ولا ارتياب

وبعد فلما وصلت من دلي الى لاهور مستعيناً بالله من الحي بعد الكو وقد كنت اذ لا اعرف احداً ولا يعرفني احد من اهل ذلك البلد او صلني قائد التوفيق الى خير منزل لخير نازل من السادة الكرام والشيوخ العظام صدر المحاضر والنوادي سيدي ومستندي خواجه ضياء الدين الجهان آبادي

یعنی سید خواجہ ضیاء الدین مرحوم دہلوی کی نظمیں جو بعض زبانوں میں ہیں ۱۲ حالی

لازال مصوناً عن کل داهیة وفاقرة وما فاته حسنةٌ من حسنات الدنیا و
الاخرة فکنت نزیلاً عنده الی ثلثة اشهر او اکثر فکان مادمتُ فی بیته یعمل لی
کل صنیعةٍ وینضم الی کل معروفٍ ویؤثرنی ویؤاسینی ویُکرمنی ویدارینی
وله عندی غیر ذلک من الصنائع ما لا یسعه البیان ومن الایادی ما لا یوصف باللسان
وهذا الذی ذکرتُ من حُسن الاضافة والقِری فلیس فی عِدادٍ من فضائله التی
لا تحصی منها ان له یداً فی النظم طولی وقسطاً من النثر اوفی فی اَلسِنةٍ مختلفة
ولُغاتٍ شتّی فتارةً یسجع سجع الخطباء من العرب العرباء واُخری یُنشِد نَشید
الفرس من مُفلقی الشعراء وسَحَرةِ البُلغاء واما الاُردُو فمثله کمثل دابّةٍ هو
اخذٌ بناصیتها تتصرف حیث شاء ومما یشهد لی بصدق ما ادّعیتُ له هو هٰذه
الصحیفة المُنیفة التی فیها انموذج کُلٍّ من تلک الالسن الثلثة فی بیانٍ رشیقٍ
ولفظٍ انیقٍ لهٰذا المِصقع الطلیق والمِنطیق الذَّلیق فیالها من وجیزٍ جامعٍ بین
کلام العرب والعجم فیه النسیب وفیه الوعظ والحِکَم یُرغَبُ الیه لطلاوة لفظه
ویُتنافَسُ فیه لحلاوة نظمه کانها روضةٌ تُعجب الانظار بنضرتها او جنةٌ تشخص
الیها الابصار لبهجتها او دوحةٌ مثمرةٌ او سحابةٌ ممطرةٌ او حدیقةٌ دهماءُ
او عشیقةٌ حسناءُ او عینٌ من ماءٍ معینٍ او منظرٌ لحُورٍ عینٍ وله سوی ذلک
من المصنّفات ما فیه قرّة اعینٍ لکل ناظرٍ وغُنیةٌ لکل بادٍ وحاضرٍ فلا زال
مُفیضاً علی المستفیضین ومَلاذاً للطالبین واٰخر دعوٰنا اَن الحمد لله ربّ
العٰلمین ۵

خطبۂ یوم الجمعۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی خلق الخلق فسوّٰہ واصطفی الانسان علی الاکوان فاکرمہ واحسن مثواہ ونصرہ وکفاہ وامرہ ونہاہ فمنہم من اناب الیہ و اعتصم بہ ولم یعبد الا ایاہ ومنہم من اقتفی آثار النفس واخذ اخذہا و اتخذ الٰہہ ہواہ والصلوٰۃ والسلام علی النبی المنیب الاوّاہ المتبتل الی اللّٰہ عمّا سواہ الذی وجدہ یتیمًا فاٰواہ وعائلًا فاغناہ ومن کل شیءٍ اعطاہ واجتباہ وھداہ وعلی من اتبع ھدیہ وقفاہ واعلی کلمۃ الحق وحماہ واتقی اللّٰہ حق تقاتہ وملک نفسہ وھواہ ولعل فیا ایہا الانسان ما غرّک بربک الکریم وما حملک علی التأثیم وما ولّاک عن النہج القویم وما الہاک عن النعیم المقیم حیوتک الدنیا فانیۃ وانت ترجو انہا باقیۃ ومتاعہا شیءٌ یسیرٌ ولست تعلم انہ فیہ خیرٌ کثیرٌ قد استہلکت فی الشہوات ونسیت ہادم اللذات وتناہیت فی الملاہی وما انتہیت عن المناہی کم امرت بمعروفٍ فعصیت وکم دعیت الی الخیر فتولّیت جمعت من الدرہم والدینار آلافًا واضعافًا ورأیت فی نفقتہ لوجہ اللّٰہ اسرافًا واتلافًا منتہی تصدّیک تجسس عیوب الاخوان وجلّ صناعتک تتبّع استار الجیران ساءَ ظنّک بالاخیار وحسن لدیک مقام الاشرار یتبع وسواس الاغلاف ویغتیب صلحاء الخلاف طال قیامک

فِی طَلَبِ الْمَالِ وَاَنْتَ تَارِکُہٗ بَعْدَ حِیْنٍ وَلَا تَزَالُ قُعُوْدُکَ عَنِ الْاَعْمَالِ حَتّٰی اَتَاکَ
الْیَقِیْنُ فَوَیْلَکَ قَدْ طَلَبْتَ مَتْرُوْکًا وَتَرَکْتَ مَطْلُوْبًا وَاقْتَضَیْتَ خُوْبًا وَمَا
قَضَیْتَ مَکْتُوْبًا وَشَرَیْتَ بِالْحَقِیْرِ جَزِیْلًا وَبِالرَّخِیْصِ جَلِیْلًا وَحَمَلْتَ خَفِیْفًا
وَنَبَذْتَ ثَقِیْلًا وَاَخَذْتَ مِنَ الصَّفْوِ کَدَرًا وَاَخَّرْتَ عَلَی الْخَیْرِ شَرًّا وَ
اسْتَبْدَلْتَ الَّذِیْ ھُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ ھُوَ اَعْلٰی وَاشْتَغَلْتَ عَنِ الْاٰخِرَۃِ بِالْاُوْلٰی
اَلَا اِنَّ اللّٰہَ اَلَامَ تَمَھُّلُکَ فِی الْخَیْرَاتِ وَتَمَایُلُکَ عَنِ الْحَسَنَاتِ وَاِقْبَالُکَ عَلَی
الْمُھْلِکَاتِ وَمُسَابَقَتُکَ بِالسَّیِّئَاتِ طَلِّقِ الدُّنْیَا ثَلٰثًا وَفَارِقْ اَھْلَھَا وَ
اَلْقِ عَلٰی غَارِبِھَا حَبْلَھَا وَتُبْ اِلَی اللّٰہِ قَبْلَ اَنْ تَمُوْتَ وَاَدْرِکِ الْفَرَاغَ قَبْلَ
اَنْ یَفُوْتَ وَاسْتَعِنْ بِوَجْدِکَ قَبْلَ عَدَمِکَ وَاغْتَنِمْ شَبَابَکَ قَبْلَ ھَرَمِکَ
وَالْزَمْ بِالْعَمَلِ فَکَمْ مِنْ عَمَلٍ یَسِیْرٍ خَیْرٌ مِنْ عِلْمٍ غَزِیْرٍ وَوَاظِبْ عَلَی النَّدَامَۃِ
فَنَدَمٌ مِنْکَ سَاعَۃً خَیْرٌ مِنْ کَثِیْرِ طَاعَۃٍ تَصَدَّقْ مِنْ غَیْرِ مَنٍّ وَاَذًی وَ
اَنْفِقْ مِمَّا تُحِبُّ وَتَرْضٰی اِنْ جِئْتَ بِحَسَنَۃٍ فَاسْتَقِمْ وَلَا تَغْتَرِرْ فَبِالْاِسْتِقَامَۃِ
عِبْرَۃٌ لِعَمَلِ الْعَامِلِیْنَ وَاِنَّمَا الْاِغْتِرَارُ مِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاِنِ اقْتَرَفْتَ
سَیِّئَۃً فَاعْتَرِفْ وَلَا تَیْاَسْ فَاِنَّ الْاِعْتِرَافَ یَھْدِمُ مَا یَقْتَرِفُوْنَ۔ وَلَا یَیْاَسُ
مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکَافِرُوْنَ اِنْ بُلِیْتَ فَاصْطَبِرْ فَاِنَّ الصَّبْرَ اَسْنٰی تِلْوَہُ
الْفَرَجُ وَدُجَی تُؤْذِنُ بِالْبَلَجِ وَثِقْلٌ یُخَفِّفُ الْاَثْقَالَ وَدَاءٌ یُذْھِبُ الْعُضَالَ
وَاِنْ اُعْطِیْتَ فَتَشَکَّرْ فَاِنَّ الشُّکْرَ سَبَبٌ لِمَزِیْدِ الْاِنْعَامِ وَبَعْثٌ لِلْمُنْعِمِ عَلَی الْاِکْرَامِ
وَجَالِبٌ لِلْاَرْزَاقِ وَذَاھِبٌ بِالْاِمْلَاقِ۔ وَاضْرِبْ فِی الْاَرْضِ بِطَلَبِ الْعِلْمِ
غَیْرَ بَاغٍ وَجَاھِدْ فَجَاھِدْ وَبَاعِدْ ثُمَّ بَاعِدْ وَاجْھَدْ جَھْدَکَ فِیْ اَخْذِہٖ

مِنْ کُلِّ قَارِبٍ دَبَاعِدٍ وَتَمَتَّعْ بِمَا فِيهِ مِنَ الْأَبَاعِدِ فَإِنَّهُ أَوْجَبُ لِلْحَامِدِ
وَأَصْلَحُ لِلْمَفَاسِدِ وَأَوْصَلُ إِلَى الْمَقَاصِدِ وَلِذَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقِيهٌ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ وَإِذَا سَمِعْتَ هٰذَا
فَإِيَّاكَ وَالْإِضَاعَةَ وَعَلَيْكَ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فَإِنَّ الْفَتٰى مَنْ عَلِمَ فَعَمِلَ
وَسَمِعَ فَقَبِلَ وَذُكِّرَ فَاعْتَبَرَ وَأُمِرَ فَأْتَمَرَ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى إِنَّ فِي
ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ وَسُبْحَانَ رَبِّكَ
رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ۵

گلستانِ سعدیؒ کی حکایت کا ترجمہ

حُکِیَ اَنَّ بعض صُلحاء لبنان ممن اشتهرت مقاماتهم وانتشرت کراماتهم جاء الیٰ
دمشق فنزل بماء الکلاسة یرید ان یتطهر اذ زلّ قدمه فوقع فی الحوض ثم خرج
بعد ما ادرکه الغرق وقام الی الصلوٰة وصلّٰی بهم فلما فرغوا قال له بعض اصحابه ان لک
یا شیخ انی رأیتک یومًا فی بحر المغرب کنت تمشی علی الماء وما ابتل منک قدمٌ واما
الیوم فقد اشرفت علی الهلاک فی قلیل من الماء ولو لا رمقٌ من الحیوٰة لغرقت
فشتّان بین هذا وذاک فاطرق رأسه واکثر فی التامل ثم قال اما سمعت ما
قال النبیّ صلی الله علیه وسلم لی مع الله وقتٌ لا یسعنی فیه ملکٌ مقرّبٌ ولا نبیٌّ
مرسلٌ ولم یقل وقتٌ مستمرٌّ وکان علیه الصلوٰة والسلام تارة یشتغل بالنساء
والرجال واخرٰی لا یلتفت الی جبریل ومیکئیل ومن ههنا قیل مشاهدة الابرار
بین التجلّی والاستتار ۔ تمّ۔

دوسری حکایت

بینما انا جالس ذات یوم بجامع تعلیک اذ شرعت فی الوعظ والتذکیر وحولی جمع کثیر ممن لا یکادون یفقهون حدیثاً ولا یهتدون سبیلاً وکلما ازددت فی البیان تدقیقاً وتحقیقاً زادوا حیرة وضلوا طریقاً فلما رایت لا یخلبهم سحر کلماتی ولا تؤثر فی قلوبهم نفثاتی اخذنی ذا حزة اسف لهفت کل اللهف علی اضاعة الکلم واشاعة الحکم فی قوم صم بکم عمی +

بنام بعضے از اہلِ علم کہ در بیروت مقیم بودند و نام ایشان فراموش شدہ

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین ـ وبعد فانی قد سمعت ان المعلم الشہیر فاندیک الامریکانی النزیل ببیروت رتب سلسلة من الکتب فی العلوم الجدیدة وسماها النقش فی الحجر وانی ارید شراء جملة الکتب التی تضمنها هذه السلسلة من اولها الی آخرها وایضاً قد سمعت من بعض ثقات الهند الذین قد لاقوکم فی البیروت ان تلک السلسلة یمکن وصولها الینا بتوسطکم فاسألکم یا مولنا انا بای طریق نطلبها وکیف نؤدی ثمنها وهل یمکن ارسالها الی الهند بالطریقة التی جرت فی سائر الممالک الانکلیزیة وهی ان اهالی البوسطة یبلغون الاشیاء الی المکتوب الیهم بعد اخذ الثمن ویرفعون الثمن الی المالک ویسمون هذه الطریقة بالانکلیزیة ویلیو پے ایبل وترجمتہ بالعربیة (ما یجب اداء ثمنه) فمتی یحصل الینا الجواب من عند حضرتکم الجلیلة نطلب تلک السلسلة الجدیدة بالطریقة التی تصفونها لنا والسلام خیر ختامه

جملةٌ صالحةٌ

فی مآثر ناصح الملّة وموقظهم عن نوم الغفلة الذابّ عنهم فی کل فتنة و الناصر لهم عند کل ملمّة الذی جعل همته مقصورة علی اصلاحهم وَرَأی لذة حیاته فی نجاحهم وفلاحهم یهیم لهم فی کل وادٍ کصبٍّ هائم ولا یخاف فیهم لومة لائم اعنی الدکتور سر سید احمد ابن السید متقی ابن السید هادی الحسینی نسباً والمدنی ثم الهروی محتداً والدهلوی مولداً شعر

طلوعُ الثنایا بالمطایا وسابقٌ ۔۔۔ اِلیٰ غایةٍ مَن یَبتدِرْها یُقَدَّمِ

فاعلم ایّها المخاطب الجلیل اَنّ هذا الشیخ الاجل الامجد الهمام والسیّد الصند بل السَّمَیدَع القُمقام هو اوّل من تصدّیٰ لاصلاح حال مسلمی الهند فی اواخر المائة الثالثة من الالف الثانی وافنی عمره کما انفق ماله فی نصحهم والرأفة بهم والشفقة علیهم والمجاهدة فیهم واول من ذبّ عن الاسلام وسافر لاجل ذلک الی اُوربا ونشر هنالک محاسن الاسلام بین المسیحیین وطهر ذَیلَهٗ عمّا افتروا علیه ونسبوا الیه من المثالب المساوی (تعالیٰ عن ذلک علوّاً کبیرا) واثبت فضله علی ادیانٍ اُخری بدلائل بیّنةٍ وبراهین منتقنةٍ

؎ تقریباً ۲۵-۲۶ برس گزرے ہونگے کہ لندن سے ایک ماہوار عربی رسالہ موسوم بہ "نخلۂ ادبیہ" جاری ہوا تھا جس کے چند پرچے ایڈیٹر رسالۂ مذکور نے میرے نام بھی بھیجے تھے۔ ایڈیٹر نے بجائے قیمت ادا کرنیکے اُسکی قلمی اعانت کرنے کا وعدہ کیا تھا چنانچہ ایک آرٹیکل مرحوم سر سید احمد خاں کے حالات اور اُنکی ملکی و قومی خدمات پر اپنی ٹوٹی پھوٹی عربی میں لکھکر لندن بھیجنے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر اُسکے بھیجنے سے پہلے معلوم ہوا کہ وہ رسالہ کسی وجہ سے بند ہو گیا اور وہ آرٹیکل راقم کے پاس مسودات میں یوں ہی پڑا رہا۔ اب جو اس ضمیمہ میں شامل کرنیکے لیئے اسکو ڈھونڈا تو بہت ہی کم اوراق دستیاب ہوئے۔ چونکہ موجودہ حالت میں مضمون مذکور کو از سر نو مرتب کرنا راقم کی طاقت سے باہر تھا۔ اس لیئے جسقدر اوراق بہم پہنچے انہیں کو بقدر امکان کسیقدر ترتیب دیکر اس ضمیمہ میں شامل کر دیا گیا ۱۲ حالی

سلک فیها طریق استدلالهم ونسج علی منوالهم وهو اول من ادّعی ان دیناً من الادیان لم یفک رقاب الجواری والغلمان عن ذل العبودیة الا الاسلام واستدل علی دعواه بآیات بینات من کلام العزیز الملک العلام واحادیث متصلة مرفوعة صحت عن النبی خیر الانام وهو اول من عزم علی التوفیق بین ما جاء به القرآن وبین ما شهدت به الحکمة الجدیدة وعلی رفع ما یتبادر الی الاذهان من الاختلاف بینهما کما فعل علمائنا المتکلمون فی صدر الاسلام لما شاعت الحکمة الیونانیة بین المسلمین وخافوا علیهم ان یقعوا فی شبهات الملاحدة والزنادقة ۔

ولنذکر ههنا شیئًا یسیرًا من مساعیه الجمیلة التی کانت مستمرة متسلسلة فی نصرة الاسلام والمسلمین من ۱۸۵۷ء الی زمان رحلته التی وقعت فی اوائل ۱۸۹۸ء میلادیة ۔

منها انه لمّا اضطرمت نار البغی والعدوان فی اقطار الهند من قبل العساکر الهندیة ۱۸۵۷ء میلادیة وکان مسلموا الهند اذ ذاک مظنة لخلاف الدولة الانکلیزیة لما کانوا قبل استیلاء تلک الدولة فی نوع من العزة والمکنة والسلطان فی ممالک الهند ۔ بادر الشیخ الی تالیف کتاب فی بیان اسباب البغی التی کان مرجع اکثرها الی غفلة ارکان الدولة وسوء تدبیرهم فی الامور السیاسیة وکان الزمان زمان الاخذ والبطش والانتقام بحیث یفر المرء من اخیه وامّه وابیه وصاحبته وبنیه ویؤسرون ویسجنون ویقتلون ویصلبون فلم یسکت هناک من کلمة الحق والقی بنفسه الی التهلکة لیزیل کل شبهة

تختلج فی صدور اعیان الدولة من قبل المسلمین ویُبرّی ساحتهم من کل سوءٍ ویطهّر ذیلهم عن کل رجسٍ +

ومنها انه الّف بعد ذلک کتاباً آخر علی خلاف ما شاع واشتهر بین الملّة الانکلیزیة من رأیِ بعض مُدبّری الملک ومشیری الدولة منهم فی الهند انّ جماعة المحدّثین من مسلمی الهند الموسومین بالوهابیة الذین لا یقولون بوجوب تقلید احدٍ من الائمّة المجتهدین لیسوا من اطاعة الدولة فی شیءٍ ویرون انّ الجهاد مع النصاریٰ ولاة الهند واجب علی المسلمین - فلما اشتهر ذلک الکتاب مُزیّفاً للرأی المذکور بین الهند والانکلترہ ونظر فیه رجال الدولة واعیان الملّة وواز نوا بینه وبین ذلک الرّأی لم یبق لهم شُبهةٌ فی قصور علم صاحب الرأی وقلّة تدبّرہ وضعف رأیه وانّه لم یتّبع فیه الا الظّن ولم یتمسّک الا بالقیاس ورفع بناءً من غیر اساسٍ - واطلقوا خلقاً کثیراً من اولئک المحدّثین واتباعهم کانوا ماسورین مسجونین ولم یکن لهم ذنب ولا اثمٌ الا تسمیة الناس ایّاهم باسم الوهابیّة +

ومنها انه لمّا شاع کتاب السیرة المحمدیة الموسومة بلائف آف محمّد باللغة الانکلیزیة فی اربع مجلدات قد صنّفها احدٌ من اکابر رجال الدولة وولاتها فی الهند بحیث لم یصنّف احدٌ من المسیحیین قبله کما زعموا مثل ذلک الکتاب علی مخالفة الاسلام - وکان الشیخ حینئذٍ متقلد البعض اعمال الدولة تحت امر ذلک المصنف - شمّر الشیخ عن ساق الجدّ واخذ یتفحّص عمّا یحتاج الیه من

[illegible]

الکتب والاسفار فی نصرۃ الاسلام والذب عن حوزتہ فلم یظفر منہ فی الھند الا بقدر یسیر لا یسمن ولا یغنی من جوع۔ لما قد خربت خزائن الکتب الاسلامیۃ کلھا فی فتنۃ العساکر الھندیۃ۔ فعزم علی الرحلۃ من الھند الی اوربا لاجل ذلک واخذ معہ ولدیہ کانا یعرفان اللغۃ الانکلیزیۃ وسار بھما الی انکلترۃ واقام نحو سنتین بلندرہ وصنف ھناک کتابا مبسوطا سماہ بالخطبات الاحمدیۃ فی الکشف عن حقیقۃ الاسلام لصیانتہ عن کل ما یفترون علیہ ویطعنون فیہ ویرمونہ۔

ثم ترجم ھذا الکتاب بلسان اھل انکلترۃ وطبعہ واشاع وداول بین القری والامصار من البرطانیۃ الکبری وفی اکثر الممالک من اوربا لیتم حجۃ الاسلام علی من کان ینکر علیہ من دعاۃ المسیحیۃ حتی ان بعض اھل الانصاف من القسیسین المامورین علی دعوۃ اھل الھند الی دینھم اعترف ان احدا من المسلمین منذ بدء الاسلام الی الآن لم یکتب کتابا جامعا کاشفا عن حقیقۃ الاسلام ومحاسنہ قط فی لسان اھل المغرب کما کتب ھذا الرجل کتابہ الخطبات المحمدیۃ ولولاہ لما تمت علیھم حجۃ الاسلام۔

ومنھا انہ لما صار مسلموا الھند مشرفین علی الموت الذی ھو الذل والھوان بین ابناء الزمان، لما ترکوا مسالمۃ الدھر ومرافقتہ ولم یتعظوا بموعظۃ ونذر کثیرۃ، وزعموا ان تعلم اللغۃ الانکلیزیۃ والتکلم بھا والممارسۃ فیھا کفر، ولا یجوز للمسلمین ان یرضوا بتعلیم اولادھم فی المدارس الانکلیزیۃ فحرموا کثیرا من اعمال الدولۃ ومناصبھا التی کانت شرط تقلیدھا معرفۃ

اللغة الانکلیزیة ، ولم یزالوا یتنزّلون عن معارج العزّ والجاه درجةً بعد درجةٍ حتی کادوا ان ینتهوا الی غایة ذُلّهم وهوانهم ، ویعود واغرباء خاملین غامضین وهم فی اوطانهم حمله الرّقة النوعیّة والاخوة الاسلامیة علی ان یُصلح امرهم ویجمع شملهم ویُقوّم عِوجهم ویُسدّد افکارهم ویُثقّف آراءهم ویَدُلّهم علی ما یقتضیه الاحوال الحاضرة من تعلم لسانِ وُلاةِ العهد واکتساب العلوم المفیدة والمعارف الجدیدة ، وترک التقلید فی المصالح الدنیویّة والامور المعاشیّة والانسلاخ عن الرسوم القدیمة التی رَسَخت فی قلوبهم کالاحکام الشرعیّة ، وغیر ذلک من الامور التی لا یمکن ان یبقی امّةٌ من الامم العظیمة علی عظمتها القدیمة الاوان یُلزموها انفسهم ویتشبّثوا بها ویَعُضُّوا علیها بالنواجذ ، ویجتهدوا فیها ۔

فلا زال الشیخ مع کِبَرِ سنّه وعِظَمِ جُثّته وثقل جسمه یسیر ویرتحل من بلد الی بلدٍ ومن ناحیة الی ناحیةٍ ، فیعظهم فی کل مجلسٍ ویذکّرهم فی کل محضرٍ ویلومهم ویعاتبهم ویرفقهم ویلاطفهم ، وکان یطالبهم ان یبذلوا اموالهم ویجهدوا انفسهم فی تهیّة اسباب التعلیم وتیسیرها لاخلافهم واعقابهم وترویج العلوم الجدیدة ومداولة اللغة الانکلیزیة بین المسلمین المتوطّنین فی بلاد الهند الآمنین فی کَنَفِ الدولة البرطانیة کما فعل سائر ابناء وطنهم من الهنود والمجوس وغیرهم ۔

فلما انتهی الامر الی ذلک استطاع الشیخ عند ذلک سبیلا الی تشکیل مدرسةٍ کُلیّةٍ رفع بناءها فی بُحبوحة الهند بحیث لم یر مثلها عین الزمان ولاسیّما فی

ممالك الهند - وبنى حول المدرسة رباطًا متسعًا فى غاية الحسن فى الملاحة محتويًا
على بيوتٍ متجاورةٍ متناسبة البناء متساوية المقدار صالحةٍ لان يسكنها
الكبراء واهل الثراء - واشترط على المتعلمين سواء كانوا من بلادٍ قريبةٍ او
بعيدةٍ ان يقيموا بتلك البيوت ويلتزموها ماداموا مشتغلين باخذ العلم
لئلا يختلطوا اقرانًا السوء ويكونوا من معاشرة الاضداد بمعزلٍ ويحصل المواخاة
بينهم بطول الصحبة ويَصلِح افكارهم بدوام المذاكرة وجمع فيها بين التعليمين
دينيّ ودنيويّ - ليتمكنوا من اصلاح امر معادهم ومعاشهم ويستغنوا عن مدارس
الدولة التى خلت عن تعليم علوم الدين رأسًا - وطلب لنظم المدرسة ولتعليم
العلوم فيها وتربية المتعلمين المقيمين بها البارعين فى انواع العلوم من نجباء
انكلترة المتحلين بالاخلاق الفاضلة والسير المرضية - واحضر ايضًا العلماء
الاعلام من افاضل المسلمين لتعليم علوم الدين - وهيّأ لطلبة العلوم كل
ما يحتاجون اليه من المسجد والحمام والمطبخ والمستراح والمستشفى - و
الآبار والاشجار والرياض والانهار والآلات المتنوعة لانواع الرياضات
الجسمانية - والاماكن المنتظفة للمذاكرات العلمية - وغير ذلك مما لا
يسعه للبيان +

ولا شك ان هذه المدرسة اوّل مدرسةٍ فى الدنيا تشكّلت لتعليم
المسلمين بمحض التعاون والتعاضد من ابناء الملة وتكفلت لتعليمهم وتربيتهم
وتهذيب اخلاقهم وحفظ صحتهم وتنظيف لباسهم وتحسين كلامهم و
ان يرشدهم الى معنى التمدن وحسن المعاشرة ويدلّهم على ان القوم ما هو

والوحدة القومية ما هي ويحيي فيهم الاخوة الاسلامية التى قد ماتت بموت القدماء من اهل الملة البيضاء ويغرس فى قلوبهم منها شجرة طيبة اصلها ثابت وفرعها فى السماء ويؤلف بين اشتات الفرق الاسلامية التى يتباغضون بينهم ويتنافرون ويتنازعون ويتخاصمون يعرض بعضهم عن بعض ويسب بعضهم بعضًا ثم لتوكيد هذا المقصد رأى ان يداول بينهم جرنالٌ مهذبٌ للاخلاق و العادات محرّضٌ على المكارم والمعالى۔ مزهّدٌ فى بعض العلوم القديمة التى لاطائل تحتها، كاشفٌ عن المعارف الجديدة مرغّبٌ فيها مشعرٌ بان الاسلام باصوله وفروعه لاينافى اصول التمدن وفروعه ولا يمنع عن اتباع الملل المتمدنة فى العلوم والصناعات وسائر الحيل التى بلغوا بها غاية العز و المنعته والجاه وسبقوا كل امّةٍ من اصناف الامم الى اقصى مراتب الحكمة والدولة والسلطان۔ وسمّى هذا الجرنال بتهذيب الاخلاق۔

فلا زال يصدر فى كل شهر مرّةً او مرّتين الى نحو عشر سنة وكان من احسن الجرائد وضعًا وترتيبًا وابلغها نظمًا وبيانًا واجزلها قدرًا ومكانًا فى لسان اهل الهند۔

لم يسبقه جريدةٌ ولا جرنالٌ فى هذا الشان۔ فانتفع به المسلمون فى هذه الاقطار فوق ما يرجى ويتوقّع ان ينتفعون، حتى ان صلحت افكارهم و تحولت اراءهم وتزلزل بنيانُ العصبيّة التى كانت تحول بينهم وبين الحق المبين۔ غير ان المتقشفين من علماءهم والمقلدين من سفهاءهم والمتعصبين الخائضين فى بحر لجّيّ يغشاه موجٌ من فوقه موجٌ من فوقه سحاب لم يتلقوه

بالقبول بل انکروا علیه وکفّروا من تصدّی لادارته ومن کان من اعوانه وانصاره ولکن لم یقدروا ان یمنعوا غیرهم من اصحاب الرای واهل النهیٰ عن موافقة الشیخ ومظاهرته فیما یرجع الی صلاح حالهم ومآلهم فبذلوا اموالهم لبناء المدرسة فوق ما یستطیعون۔

ومنها انه بعد تاسیس بنیان المدرسة الکلیة لتعلیم المسلمین وتشئید مبانیها عقد مجلسًا[۱] عمومیًا باحثًا عن امر تعلیم المسلمین المتوطنین فی کل ناحیة من نواحی الهند وانّه کیف یمکن وصولهم الی الکمالات المطلوبة التی اقتضتها ضرورة الوقت ومع ذٰلک کیف یمکن لهم المحافظة علیٰ بقایا السلف الصالح من علومهم القدیمة ولاسیما العلوم الدینیة التی تکاد تندرس رسومها وتمحوا آثارها من بلاد الهند وما السبیل الی بقاء اللّغتین الحاملتین لدینهم وعلمهم وحکمتهم وادبهم وتاریخهم وسیرهم فی اخلافهم واعقابهم اعنی العربیة والفارسیة اللتین قدجاء بهما المسلمون الاولون من فاتحی الهند واعوانهم وانصارهم وکانت کلّ واحدة منهما مُنذُ قدوم المسلمین فی هٰذه الاقطار متداولة بینهم فکل ماکان من تعلیمهم وتعلمهم ومکاتبتهم ومراسلتهم وتصنیفهم وتالیفهم وانشائهم وانشادهم ونظمهم ونثرهم انما کان باحدیٰ هٰذین اللسانین وکانوا یکرمون العربیة ویحبونها ویتبرکون بها کما کانوا مستانسین بالفارسیة راغبین فیها مقبلین علیها۔ والآن کلاهما مشرفان علی الزوال قد انقطعا عن مدارس الدولة ومکاتبها رأسًا ولم یبق فی بیوت المسلمین

[۱] یعنی محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس ۱۲

منها الارمق۔ ومما الحیلة فی تعلیم نساء المسلمین من وراء الستر وهن مقصورات فی البیوت مستورات عن المعلمین والنسوة اللاتی یصلحن لتعلیم النساء فلا یوجد منهن فی ارض الهند الا ما شاء الله۔ والمدارس التی تشکلت لتعلیم نساء اهل الهند من تلقاء الدولة او من قبل دعاة المسیحیین فلا یا منها احد من اشراف المسلمین وایضاً رأی الشیخ ان ینعقد ذلک المجلس علی راس کل سنة فی بلد من بلاد الهند ویاتیه المسلمون حینئذٍ مبعوثین من کل ناحیة ویعرض من یشاء من اعضاء المجلس ما بدا له من رأی او فکر او حیلة او تدبیر فی امر التعلیم او فی کل ما یتعلق بصلاح الملة علی من شهد منهم فی ذلک المجلس فمن شاء وافقه ومن شاء لم یوافق فان توافقت کلمتهم فی امر او غلبت آراء الموافقین عزموا علی امضائه وصمموا فیه والا فلم یاخذوا به وترکوه کان لم یکن شیئاً مذکوراً واول فائدة یستفیدونها من ذلک المجلس انه یتسع به دائرة الاتحاد بین المسلمین یوماً فیوماً۔ فانهم یاتون فی کل سنة مرة من اماکن بعیدة وبلاد قاصیة لا مرجا مع فیه صلاح الملة فیجتمعون بعد ما کانوا متفرقین ویتعارفون بعد ما کانوا متناکرین ویقیمون فی مقام واحد الی نحو خمسة ایام او اکثر لیتمکنوا من دوام المصاحبة والمحادثة ویتفقوا فی الاکل والشرب ویتساءلون ویتشاورون ویتحدثون ویتفاکهون ثم ما عدا تلک الفوائد یخطب الخطباء من افاضل الناس یفیدون فی خطباتهم ما یناسب ذلک المشهد من افادات جلیلة یهتز بها القلوب ویتحرک بها النفوس الی معارج الکمال المطلوب۔

ومنها ان طائفة عظيمة من طوائف الهنود الذين سبقوا سائر
ابناء الوطن فيما يقتضيه الاحوال الحاضرة من العلوم الجديدة والصناعة
والسياسة والتمدن وفاقوا جميع الاقران والامثال فى معرفة اللغة
الانكليزية وتقلدوا الاعمال الجليلة والمناصب الرفيعة من قبل الدولة
بحيث لم يتركوا لاحد من اهل الوطن موضعاً للتقرب الى دولة العهد وحصول
العزة والمكنة عند اركانها - شكلوا مجلساً عمومياً سموه بنيشنل كانگریس
ليطالبوا دولة العهد ما وعدت من انها لا تفرق بين احد من اهل الهند
واهل انكلترة بشرط استحقاقهم فى سائر الحقوق والمرافق ولا يرجح بعضهم على
بعض فى تقليد الاعمال الجليلة والمشاركة فى وضع القوانين السياسية و
غير ذلك واردت تلك الطائفة ان يشاركوا معهم فى تلك المطالبات جميع
اهل الهند ليضطر الدولة الى استماع ما يقولون واجابة ما يسألون فلما مضى
على تشكل ذلك المجلس سنتان وجعلت طوائف اهل الهند يستحسنونه
ويميلون اليه ويرغبون فيه قليلاً قليلاً ويأتيه الناس مبعوثين حين ينعقد
المجلس من كل ناحية حتى ان كثيراً من المسلمين ايضاً عزموا على مشاركتهم فى
هذا المجلس، تفطن الشيخ بانه ان ظفرت تلك الطائفة بمرادهم لن ينال
المسلمين منهم الا الشر - فان الحقوق التى يدعون لسائر ابناء الوطن لا يمكن
ان يحصل لقوم الا وان يكونوا اغنياء اعزة عند اركان الدولة عارفين
باللغة الانكليزية والعلوم الجديدة معرفة تامة مطلعين على القوانين
السياسية خبيرين باصول الدول المتمدنة اللوروباوية ولاشك ان المسلمين

لیسوا من تلك المزایا فی شیٔ یعتد به فلا بد ان یستوعب الهنود جمیع تلك الحقوق ویشارکوا فی الحکومة والقدرة والاختیار ولم یبق للمسلمین خلاق فی العزة والمکنة والجاه ویصیروا اذًا لا صاغرین خاضعین للهنود اکثر مما کانت الهنود لهم فی سالف الزمان وینتهز الهنود فرصة لان یبدوا ما فی انفسهم من الضغینة والبغضاء القدیمة التی قد بدت من افواههم وما تخفی صدورهم اکبر - فابتدر الشیخ عند ذلك الی تشکیل مجلس آخر علی رغم مجلسهم لتنبیه المسلمین علی ان تلك المطالبة انما هی نافعة للهنود خاصةً لا للمسلمین ولرفع القضیة الی ارکان الدولة واعلامهم بانا معشر المسلمین کافةً لا نشارکهم فیما یدعون وفیما یطالبون وانا برآء منهم ومما یقولون - فانتهی الامر الی ان جزمت الدولة بان فی اسعاف ما یقترحون تامیرًا لقوم خاص علی سائر الاقوام من اهل الهند - وانتبه المسلمون بعد ما کانوا غافلین عن تبعات تلك المطالبة وعواقبها - فاعتزلوا عنهم وتبرأوا عن مشارکتهم ولم یحوموا حولها بعد ذلك من المسلمین الا نفر قلیل لیسوا فی اعداد شیٔ منهم ❊

ومنها انه لما کان ممارسة العلوم الجدیدة فی الاکثر منتجًا للوهن فی امر الدین ومظنة للالحاد والتدهر لما یُری ویُسمع من احوال رجال العلم فی اوربا وکان الشیخ اول من حرض مسلمی الهند علی تحصیلها ورغبهم فیها فخاف علیهم ان یجتنوا منه ما اجتنت الملل المسیحیة فی اوربا ویتضرروا بالعلم فوق ما کانوا یتضررون بالجهل ❊

وکان قلبه مطمئنا علی ان الاسلام الخالص عن الشوائب الصافی عن الاکدار

لا یناقضه شیٔ من العلوم الیقینیة وانما یناقض ما اشتبه بالاسلام ولیس من الاسلام فی شیٔ، من آراء العلماء وقیاسات الفقهاء وخرافات القدماء من الفلاسفة والحکماء والبدع والاهواء والاخبار الواهیة المنقولة من کتب الیهود والسنن الزائغة الماخوذة من المجوس والهنود وغیر ذلک مما اخذ بحذافیر الاسلام وصار منه بمنزلة الاخلاط من المزاج،

وکانت الفحول من علماء الاسلام فی الهند کافةً غافلین عما یقتضیه ضرورة الوقت فکما کانوا ینهون عن تعلم اللغة الانکلیزیة وتحصیل العلوم الجدیدة کذلک کانوا یتناهون عن نصرة الاسلام بوجهٍ یناسب اذواق المعترضین وینطبق علی اصولٍ مسلمةٍ عند حکماء العصر کانوا لا یجوّزون ان یسلکوا فی المدافعة عن دینهم طریقاً لم یسلکها الاولون بل کانوا لا یعرفون کیف السبیل الی الذب عن حوزة الاسلام فی هذا الزمان، واین المفر من حملات الحکمة الجدیدة علی الملل والادیان وفیم الخلاص من شبهات الطبیعیین القائلین بامتناع الخرق فی القوانین الطبیعیة،

فلما استیأس الشیخ من علماء الملة ان یتعهدوا امر الدین ویحافظوا علیه ویدافعوا عنه تصدّی بنفسه المنفردة لهذا الخطب الجسیم وشرع فی تفسیر القرآن الکریم علی اصلٍ متقنٍ ینطبق علی الحکمتین القدیمة والجدیدة ومع ذلک یشهد به العقل ولا یستنکره الشرع۔ وهو ان فعل الله وقوله تبارک وتعالی لا بد ان یکونا متوافقین متلازمین بحیث لا یتخلف احدهما عن الآخر لئلا یلزم نسبة الکذب الی الحضرة (تعالی عن ذلک علواً کبیراً) ولا شک ان ما کان وسیکون فی عالمی الخلق والامر انما هو من فعله تعالی فلا یمکن ان یوجد فی کلامه المبین شیٔ یخالف ما فی عالم الخلق او فی

عالم الامر من الاسماء والصفات والافعال والآثار والقوی والکیفیات والحوادث والوقائع

ولما کان اصل اصول الاسلام هو القرآن الکریم الذی وصل الینا کما انزله الله علی رسوله من غیر تحریف ولا تصحیف ولا زیادة ولا نقصان ولم یکن الاحادیث والاخبار بهذه المثابة وکان فی کتاب الله غنیة لنا عن کل ما عداه کما قال عمر بن الخطاب رض "حسبنا کتاب الله" اقتصر الشیخ علی تفسیر القرآن ورأی ان فی المدافعة عن القرآن دفاع عن الدین کله ولنذکر ههنا انموذجا من تفسیره الذی حمل فیه بعض الفاظ القرآن الحکیم علی معان مجازیة لم یحملها عامة علماء الاسلام علی تلک المعانی قبل الشیخ ۔ قال الشیخ فی تفسیر الآیات التی وقعت فی اوائل سورة البقرة فی بیان نعماء الجنة ۔ اما حقیقة الجنة التی علمنا ربنا فهی کما قال عز اسمه فی سورة السجدة "فلا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعین جزاء بما کانوا یعملون" ۔ واما حقیقتها التی اخبر بها المخبر الصادق علیه الصلوة والسلام فهی کما اخرج الشیخان عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم "قال الله تعالی اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر" ۔ فلا یخفی انه لو کان حقیقتها علی ما زعموا هی الریاض والانهار والفواکه والثمار والجواری والغلمان وقصور من لؤلؤ وذهب وفضة وانهار من لبن وخمر وعسل لکان مخالفا لما نطق به القرآن وما صح عن النبی ص فان جمیع تلک الاشیاء مما تراه العیون وتسمعه الآذان ویخطر علی قلب بشر ۔ ولا یقال ان ما فی الجنة من الریاض والانهار وغیرها فهی اعلی واشرف من امثالها فی هذه الدنیا غایة العلو والشرف فلا یلزم ان تری بالعیون وتسمع بالآذان کما تری وتسمع امثالها فی هذه الحیوة الدنیا ۔ لانها ان لم تکن تری وتسمع فما منعها ان تخطر

على قلب بشر. فان تلك النعماء التي امثالها موجودة في هذه الحيوة الدنيا. وان كانت
اعلى واشرف من امثالها الخسيسة الدنيوية غاية العلو والشرف فلا بد ان يكون
بينها وبين امثالها نوع من المماثلة والمشاركة والا فلا وجه لتسميتها بهذه الاسماء
فان سلمنا انها لا ترى بالعيون ولا تسمع بالاذان فلا نسلم انها لا تخطر على قلب بشر
ايضا. وقد علمت ان حقيقة الجنة من شانها ان لا تخطر على قلب بشر. فعلم ان
جميع تلك النعماء التي تنسب الى الجنة انما هي عبارات عن قرة اعين تكون فيها وتمثيلات
لها لتكون اوقع في قلب الانسان واقرب الى فهمه الناقص وادراكه القاصر لحقيقة
الجنة وماهيتها +

ثم اعلم ان الانسان كما خلقه ربه مجبول على انه لا يدرك ولا يتصور الا ما ابصر بالعين
او مس باليد او ذاق باللسان او شم بالانف او احس بالقوة السامعة وقرة اعين
تكون في الجنة لا ابصر مثلها الانسان بالعين قط ولا مس باليد ولا ذاق باللسان
ولا شم بالانف ولا احس بالقوة السامعة فالفطرة الانسانية تابى ان يبلغ الانسان
كنه تلك القرة وحقيقتها. ثم ما يخاطب به الانسان انما يخاطب بما هو جار على
لسانه من الالفاظ والكلمات ولا يوجد في لغة من لغات الانسان لفظ يعبر عن معنى
لا يدرك بالحس فلا يمكن ان يعبر عن ذلك المعنى بعينه وان كان المعبر هو الله فانه قادر
على الممكنات لا على المحالات. ثم كل لغة من لغات الانسان التي يخاطب بها بعضهم
بعضا لا يوجد فيها ايضا لفظ ولا كلمة يعبر بها عن كيفيات هذه الخواطر الدنيوية
كالحموضة والحلاوة والوجع والالم والكلفة والراحة وانما يعبرون عنها بمرادفاتها
او بنوع من التمثيل والتشبيه مع ان ذلك المرادف والتمثيل ايضا يحتاج الى التفسير

اخرٰی هلم جرًّا - فما ظنك بحقائق الجنة التي عبر عنها بقرة اعين كيف يمكن التعبير عنها بعينها وتصويرها في ذهن الانسان وان كان المعبر هو الله -

الا انه لما كان الانسان مجبولاً على ستكشاف ما في اتيان الماموربه من النفع وما في ارتكاب المنهي عنه من الضرر وكان لا يرغب في الطاعة الا بعد ما اطلع على نفعها ولا ينتهي عن المعصية الا بعد ما تبين مضارها وجب على كل نبي مرسل بل على كل مجدد يصلح بعض المفاسد العامة ان يبين ذلك النفع ويدل على تلك المضار ولو كان بنوع من التمثيل والتشبيه -

ولما كان التعبير عن حقيقة تلك القرة للاعين بعينها متعذراً وكذلك عن حقيقة ما يقابلها من الالام الروحانية احتاج الشارع الى بيان جزاء الاعمال خيراً كان او شرًّا بكل راحة او كلفة لا يتصور راحة وكلفة فوقها في هذا العالم والمقصود من ذلك البيان انما هو تصوير تلك القرة للاعين وما يقابلها من الالام الروحانية بوجه من التشبيه ولو كان ناقصاً لا هذه الراحة او الكلفة بعينها -

ولذلك فقد وقع في التوراة بيان تلك القرة بكثرة الاولاد ونزول الامطار وسعة الرزق والغلبة على الاعداء وامثالها وبيان ما يقابلها من الالام الروحانية بموت الاولاد والقحط والوباء والهزيمة من الاعداء وما اشبه ذلك الا ان هذه الامثال وان كانت اوقع في قلوب بني اسرائيل وانفذ ولكنها لم تكن بحيث تعتبر بها سائر الامم والملل - فجاء القرآن بامثال ابدع منها في الانذار والتبشير واوقع في قلوب كافة الناس اوفق بحال كل فرد من افراد الناس شرقياً كان او غربياً بادياً كان او حاضراً وعالماً كان او جاهلاً فان كل قوم سواء كانوا من البلاد الحارة او الباردة يحبون بيوتاً مزخرفة وبساتين ناضرة ومياهاً جارية وفواكه طيبة يفرحون بها كل فرحة ويرغبون فيها كل رغبة ويشتهونها ويميلون اليها - وايضاً كان في الحسن والجمال على اطلاقه لذة عجيبة تجذب اليها النفوس وتفتن القلوب واعجب الحسن والجمال اذا كان في الانسان ولا سيما في الجواري والغلمان - فالتعبير عن قرة اعين تكون في الجنة بمثل هذه اللذات الفطرية - وعما يقابلها من الالام الروحانية بامثال النار والحميم والضريع والزقوم انما المقصود منه ان يجزم بوجود كل نعمة لا يتصور فوقها نعمة في الجنة وبادراك كل نقمة لا يتصور فوقها نقمة في جهنم والا فالراحة التي تكون في الجنة والكلفة التي تكون في جهنم بالحقيقة لا مماثلة بينها وبين هذه الامثال التي نطق بها القرآن -

تمت بالخير

اعلان

کیا جاتا ہے کہ جملہ حقوق تصنیف و تالیف کتاب ضمیمہ اردو و نظم کلیات جگ کے
بحق حضرت مصنف محفوظ ہیں۔ کوئی صاحب بلا اجازت جناب مصنف
صاحب ممدوح اسکے کل یا جزو چھاپنے کے مجاز نہیں اگر چھاپینگے
تو نقصان اٹھائینگے۔ یہ کتاب براہ راست مصنف سے درخواست
کرنے پر دستیاب ہوسکتی ہے٭

المشتہر

حافظ عبد الستار بیگ مالک تحفۂ ہند پریس کوچہ روح اللہ خاں

صوبہ دہلی

اعلان

کیا جاتا ہے کہ جملہ حقوق تصنیف و تالیف کتاب ضمیمہ اردو و نظم کلیات حکاک
بحق حضرت مصنف محفوظ ہیں۔ کوئی صاحب بلا اجازت جناب مصنف
صاحب ممدوح اسکے کل یا جزو چھاپنے کے مجاز نہیں اگر چھاپیں گے
تو نقصان اٹھائیں گے۔ یہ کتاب براہ راست مصنف سے درخواست
کرنے پر دستیاب ہو سکتی ہے

المشتہر

حافظ عبدالستار بیگ مالک تحفۂ ہند پریس کوچہ روح اللہ خاں

صدر دہلی